یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.
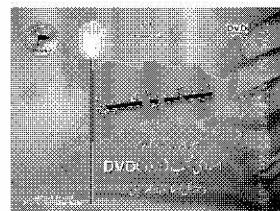
سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

Knowledge for All
SABIL-E-SAKINA

۷۸۶
۱۱۰_۹۲
"یا صاحب الزماں ادرکنی"

لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری۔

SABEEL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.co.cc
sabeelesakina@gmail.com

شیعہ کافر
تو
سب کافر

علی اکبر شاہ

بڑھتی ہوئی جواں امنگوں سے کام لو
ہاں تھام لو حسینؑ کے دامن کو تھام لو

عفریتِ ظلم کانپ رہا ہے، اماں نہ پائے
دیوِ فساد ہانپ رہا ہے، اماں نہ پائے
جوشؔ

ماہنامہ اقراء بینات اور ہفت روزہ تکبیر

کا

جواب

متحسس میں:۔ علی اکبر شاہ

قیمت:۔

عنوانات

پہلی اشاعت ۱۹۸۸ء
دوسری اشاعت ۱۹۸۹ء
تیسری اشاعت ۱۹۹۱ء
چوتھی اشاعت ۱۹۹۲ء
پانچویں اشاعت ۱۹۹۳ء

نقشِ آغاز

فروری ۱۹۸۸ء میں اقرا ڈائجسٹ کا "شیعت نمبر" اور بنیات کا ایک "خصوصی نمبر" شائع ہوا۔ دونوں ہی نے مولانا منظور نعمانی کی ایک کتاب کہ جو "الفرقان لکھنؤ" کے خاص نمبر کی صورت میں شائع ہوئی تھی، دوبارہ من وعن شائع کیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اقرا میں شیعوں کے خلاف اور بھی مضامین ہیں خاص طور سے مفتی ولی ٹونکی کا "نقش آغاز" قابلِ ذکر ہے کہ جس میں اِس نے شیعت کے خلاف جی بھر کے زہر اگلا ہے۔

"الفرقان لکھنؤ" کے خاص نمبر کے شروع میں "نگاہ اولین" کا عنوان ہے اس میں شیعت کو سب سے بڑا فتنہ قرار دے کر عام مسلمانوں کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ متحد ہو کر اس فتنہ کا قلع قمع کر دیں۔ اور اس کے مقدمہ میں برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ شیعوں سے جنگ جہادِ اکبر ہے اور ان سے جنگ میں ہمارا جو آدمی مارا جائے گا وہ شہید ہوگا کیونکہ یہ کافروں میں سے ہیں لہٰذا ان پر تلوار اٹھانا جائز ہے۔ ان کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں اور جو شک کرے وہ خود بھی کافر ہے —— یہ تھی اِس زہریلے مقدمہ کی ایک جھلک۔

مولانا منظور نعمانی کے اِس مقدمہ کے بعد "استفتاء" ہے جس میں شیعہ اثنا عشریہ کے موجب کفر تین عقائد کا خاص طور سے اور بڑی تفصیل کے

ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے اور انھیں عقائد کی بنیاد پر جہلا دین سے فتوے طلب کئے گئے ہیں۔ وہ تینوں عقیدے یہ ہیں۔

۱۔ حضرات شیخین کے بارے میں کہ وہ کافر و منافق تھے اور اِن دونوں کی بیٹیاں حضرت عائشہ و حضرت حفصہ بھی کافرہ اور منافقہ تھیں۔

۲۔ قرآن کے بارے میں کہ اِس میں ہر قسم کی تحریف ہوئی ہے۔

۳۔ ختم نبوت کے بارے میں کہ یہ اس کے منکر ہیں۔

موجب کفر عقائد کی تفصیلی بحث کے بعد شیعہ اثنا عشریہ کے بارے میں متقدمین و متاخرین اکابر علماء امت اور فقہائے کرام (بقول منظور نعمانی) کے فیصلے اور فتوے ہیں۔ ان کے نام ملاحظہ ہوں۔

۱۔ امام ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ (۲) قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ (۳) شیخ عبد القادر جیلانی متوفی ۵۶۱ھ (۴) امام ابن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ (۵) علامہ علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ (۶) علامہ بحر العلوم لکھنوی (۷) علامہ کمال الدین المعروف بابن الہمام (۸) فتاویٰ عالمگیری (جسے اورنگ زیب کے حکم سے ملاؤں کی ایک جماعت نے مرتب کیا) ۹۔ علامہ ابن عابدین شامی (۱۰) مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنوی (لکھنؤ کے شیعہ سُنی فسادات کی جڑ ـــــ کہ جس کو مرے ابھی کوئی زیادہ عرصہ نہیں گذرا)

اِس کے بعد دورِ حاضر کے ہندوستان کے اصحاب فتویٰ اور دینی مدارس کے فتاویٰ و تصدیقات ہیں جن کی طویل فہرست کو یہاں نقل کرنا ممکن نہیں۔ پھر پاکستان کے ممتاز مراکز افتا اور اصحاب علم فتویٰ کے فتوے اور تصدیقات درج ہیں۔

ہم صرف پاکستانی جہلا دین کے فتاویٰ اور تصدیقات کا عکس پیش کر رہے

ہیں. کیونکہ سب فتوے پیش کئے گئے تو اس میں تقریباً ۱۰۰ صفحات ہو جائیں گے جس کی گنجائش نہیں۔

ہم پہلے باب میں اقرار ڈائجسٹ کے نقشِ آغاز اور اصل کتاب (جو کہ اقرار ادر نبیات میں شائع کی گئی ہے) کے نقشِ اوّلیں کا جواب دیں گے اور پھر ان تین عقائد پر گفتگو کریں گے کہ جن کی وجہ سے شیعہ اثنائے عشریہ کو کافر قرار دیا گیا ہے۔

یہ بیوقوف شیشہ کے گھر میں بیٹھ کر مضبوط اور مستحکم قلعے پر پتھر پھینکتے ہیں جب ان پر شیعہ دشمنی کا دورہ پڑتا ہے تو یہ خانہ خدا کی حرمت کا بھی خیال نہیں رکھتے۔ خانۂ خدا کے دروازے کو ایسے بینرزں اور پوسٹروں سے سجاتے ہیں کہ جن پر فساد پھیلانے کی ترغیب اور شیعیت پر الزامات اور بہتان تراشیاں ہوتی ہیں ــــ کچھ تفننِ طبع کا ثبوت بھی دیتے ہیں۔ مقدس امام بارگاہوں کو "ایمان بگاڑنے" لکھتے ہیں اور مزید کرم فرماتے ہوئے انھیں عیاشی کے اڈے قرار دیتے ہیں ــــ ذرا ملاحظہ فرمایئے کہ کہاں مسجد کا دروازہ اور کہاں یہ بیہودہ باتیں ــ مگر یہ تو ہم سوچ رہے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس مسجد اور مدرسہ کے در و دیوار اِن باتوں سے مانوس ہیں۔

میر تقی میرؔ نے شاعرانہ ترنگ میں مجازاً ایک بات کہہ دی تھی۔

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اِسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

اور انھیں میر صاحب کی یہ بات اتنی پسند آئی کہ گرہ میں باندھ لی اور غالباً یہ کسی رافضی کی پہلی بات تھی کہ جو انھیں اچھی لگی اور نوبت یہ آئی کہ ــ

اِن سے بھی پیروی میر ہوا کرتی ہے
یہ بھی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں
اور قیامت یہ ہے کہ گواہی مسجد اور مدرسہ کے حجرے دیتے ہیں۔

جہاں تک امام بارگاہوں کا سوال ہے تو ان کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے ہوتے ہیں۔ وہاں کوئی تقریب ایسی نہیں ہوتی کہ جس میں کسی کے آنے پر پابندی ہو۔ مجلس ہوتی ہے تو خواتین کے لئے علیحدہ انتظام ہوتا ہے اگر صرف تبرکات کی زیارت کا سلسلہ ہوتا ہے تو عورتوں اور مردوں کی الگ قطاریں لگتی ہیں۔ ہزاروں لاکھوں کے جلوس کے ساتھ ہزاروں خواتین بھی ساتھ ہو جاتی ہیں مگر مجال نہیں کہ ذرا بھی بے حرمتی ہو جائے۔

یہ فسادی اپنی تخریبی سوچ اور مخصوص حلیئے سے پہچانے جاتے ہیں ان کی سوچ یہ ہے کہ فی سبیل اللہ فساد پھیلاؤ اور اپنے چھوٹے چھوٹے قدوں کو بڑا کرو اور پھر اس فساد کا معاوضہ ڈالر اور ریال کی شکل میں وصول کرو —— ذرا غور تو فرمایئے کہ فتنہ کی جڑ مولوی عبدالشکور لکھنوی (جو کہ واصل جہنم ہو چکا ہے) کے اگلے ہوئے لقموں کو چبانے والے مولوی منظور نعمانی کی فتنہ سامانی کو ایک تواتر کے ساتھ لکھنو (ہندوستان) سے پاکستان درآمد کیا جا رہا ہے مگر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ شیعہ تو پہلے بھی برصغیر پاک و ہند میں رہتے تھے اور انہی تیوروں سے اب بھی رہ رہے ہیں کہ جیسے پہلے رہتے تھے۔ اب کوئی نئی بات تو نہیں ہوئی سوائے انقلابِ ایران کے —— مگر یہ انقلابِ ایران ہی تو ہے کہ جو شہنشاہیت پر قیامت بن کے ٹوٹا ہے اور اب سعودی شہنشاہیت اس کی زد میں ہے۔ خلیجی ریاستوں کے شیخ پریشان ہیں۔ انھیں ایسے ایجنٹوں کی بہت ضرورت ہے

کہ جو ایران کے طاقتور پڑوس میں ان کے مفادات کے لئے کام کر سکیں چنانچہ پاکستان میں سوادِ اعظم کا ٹولہ سعودی آقاؤں کی ایما پر پاکستان کے شیعوں کے خلاف یہاں کے عوام کو ورغلانے کے کام پر لگا ہوا ہے تاکہ ایرانی انقلاب کی حمایت کے ایک طاقتور عنصر کو کمزور کر دیا جائے اور ساتھ ہی ساتھ آقائے خمینی اور ایرانی انقلاب کے خلاف بھی مہم جاری ہے تاکہ وہ سُنی مسلمان کہ جو ایرانی انقلاب سے متاثر ہیں بدظن ہو جائیں۔

یہ اپنی مکردہ سوچ کے علاوہ اپنے مکردہ حُلیئے سے بھی پہچانے جاسکتے ہیں۔ اِن کے سر گنجے ہوتے ہیں اور کھجور کی یا کپڑے کی بنی ہوئی چھوٹی چھوٹی گول ٹوپیاں پہنتے ہیں اور جب فیشن کے موڈ میں ہوتے ہیں تو کلف لگی ہوئی چوگوشی ٹوپیوں کو سروں پر کھڑا کر لیتے ہیں۔ بڑی سرسبز اور شاداب داڑھیاں رکھتے ہیں اور مونچھوں کی جگہ پر روزانہ استرا پھیرتے ہیں۔ کندھے پر ریشمی خانہ دار رومال پڑا رہتا ہے۔ پیٹ عام طور سے بھاری ہوتا ہے۔ گھٹنوں تک سفید کُرتا اور اس کے نیچے اونچی واٹر گی شلوار پہنتے ہیں۔ ہمارا یہ مشاہدہ ہے کہ جس مولوی کی شلوار جتنی اونچی ہوتی ہے اتنا ہی وہ شقی القلب ہوتا ہے۔

مومن صادق کی پہچان یہ ہے کہ خشیت الہٰی سے اس کا چہرہ زردی مائل رہتا ہے مگر ان کا چہرا خاصا کھایا پیا لگتا ہے۔ چنانچہ جوش ملیح آبادی کو اِن کا یہ چہرہ اچھا لگا اور انھیں کہنا پڑا۔

وضو کے فیض سے سرسبز داڑھی
خدا کے خوف سے چہرہ گلِ تر

آخر میں ہماری تجویز ہے کہ ہمارے صدر صاحب اِس مخلوق کو ایک بحری جہاز میں بھر کر سعودی عرب کی طرف روانہ کر دیں اور اگر سعودی حکومت انھیں

قبول کرنے پر تیار نہ ہو تو واپسی میں کراچی کی بندرگاہ آنے سے پہلے ہی جہاز کے پیندے میں بڑا سا سوراخ کر دیا جاتے ۔۔۔۔۔

ہم نے "اقرار" اور "بینات" کا جواب ختم ہی کیا تھا کہ ۱۴ اپریل ۱۹۸۸ء کا ہفت روزہ "تکبیر" سامنے آیا جس میں ایک نام نہاد اسکالر کا بے شرمی سے لبریز انٹرویو چھپا ہے، چنانچہ اس کا جواب بھی شامل کیا جا رہا ہے۔

علی اکبر شاہ
مئی ۱۹۸۸ء

فتنہ سامانیاں

اقرار ڈائجسٹ "شیعیت نمبر" کے "نقشِ آغاز" اور ماہ نامہ فرقان کی "نگاہِ اولیں" سے اقتباسات :۔

"اسلام کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں اور فتنوں سے بعض فتنے انتہائی شدید اور خطرناک تھے مگر ان میں بھی روافض کا فتنہ سب سے زیادہ خطرناک ثابت ہوا۔ اس فتنہ کی جڑیں مضبوط گہری اور بہت لمبی ہیں۔ اس فتنہ کا بانی ابن سبا تھا جس نے اہلِ بیت کے فضائل بیان کر کے ان کا سہارا لینے کی کوشش کی۔ اس نے صحابہ کرام اور اہلبیتِ اطہار کو الگ الگ طبقہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔

جس طرح دوسرے فتنوں کا مقابلہ علمائے دیوبند نے کیا اسی طرح اس فتنہ کی سرکوبی بھی اللہ تعالیٰ نے اسی علماء حق کے قافلے کے نام لکھ دی ہے حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی فاروقی نے جس طرح اس فتنہ کے عقائد و عزائم کا اظہار کیا۔ ان کے کفریات کو ظاہر کیا۔ اس پر وہ امام اہلسنت اور قائد اہلسنت کہلائے جاتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ کے مقابلے کا خاص ذوق اور ایک درد عطا کیا تھا حضرت مولانا قدس سرہٗ نے ساٹھ سال پہلے ان کے کفر کا فتویٰ دیا تھا اور دیوبند کے بڑے بڑے علماء نے اس پر دستخط فرما کر اس کی تصدیق کی۔

آج کے اِس دَور میں بھی جب فتنۂ روافض نے خمینی کی شہ پر سر ابھارا تو اللہ تعالیٰ نے دیوبند کے ایک فرزند کو اس کام کے لئے کھڑا کیا۔"

"ہم اپنے تمام قارئین اور سنی علماء سے یہ گذارش کریں گے کہ وہ اس استفتا اور فتویٰ کا بغور مطالعہ فرمائیں اور روافض کے عقائد سے آگاہی حاصل کریں۔ یہ ایک بہت بڑا فتنہ ہے جس کی بنیاد اسلام دشمنی اور مکر و فریب پر رکھی گئی ہے۔ اس کی سازشوں سے خود بھی محفوظ رہیں اور دوسروں کو بھی اس کا شکار نہ ہونے دیں۔

اس موقع پر ہم اربابِ اقتدار سے یہ بھی گذارش کریں گے کہ اِس نے مسلسل شیعہ نوازی کا جو رویہ اختیار کیا ہوا ہے اِسے چھوڑ دے اور سُنی مسلمانوں کی دل آزاری کا سبب نہ بنے اور شیعوں کے ساتھ وہ معاملہ کرے جو کسی اقلیت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اِن شیعوں کو نوازنے کی پالیسی چھوڑ کر اِن کو لگام دے"۔ (نقشِ آغاز، اقرار کا خصوصی شیعیت نمبر)

"اسلام کی تاریخ سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ جن داخلی فتنوں اور منافقانہ تحریکوں سے اسلام اور مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا ہے ان کا سرچشمہ اور ان میں سب سے زیادہ طویل العمر اور سخت جان فتنہ شیعت ہے، جسے ہماری شامتِ اعمال کے طور پر اِس زمانہ میں نئی زندگی ملی ہے لیکن شائد یہ نئی زندگی مستقبل میں اس کے لئے "افاقتہ الموت" ثابت ہو، البتہ اس کا انحصار سنت اللہ کے مطابق اس بات پر ہے کہ کتنی جلدی ہماری قوم اس فتنہ کی سنگینی کو صحیح طور پر سمجھتی ہے، اور اس کے شر سے اپنی حفاظت کیلئے کتنے عزم و ارادہ، کتنی غیرت و حمیت اور کتنی چستی و بیداری کا ثبوت دیتی ہے۔

امت مسلمہ کو اس پرانے اور مکار دشمن کی حقیقت سے صحیح طور پر باخبر کرنے اور غیرت و جرأت مندی کے ساتھ اس فتنہ کے فیصلہ کن مقابلہ پر اسے آمادہ کرنے کے لئے کی جانے والی کوششوں کے سلسلہ کی ایک کڑی الفرقان کا یہ خاص نمبر ہے جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے" (نقشِ اولیں)

شاید آپ "فتنہ" اور "ظلم کے خلاف مزاحمت" میں فرق کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ آپ کے خیال میں ظالم کو ظالم کہتے رہنا فتنہ پروری ہے۔

آپ کے خیال میں شیعت وہ فتنہ ہے جس کی جڑیں مضبوط، گہری اور لمبی ہیں" آپ سمجھتے ہیں کہ شیعت اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں میں سب سے زیادہ "طویل العمر اور سخت جان" ہے مگر آپ کو یہ نہیں معلوم کہ فتنہ تو "شجرِ ملعونہ" ہے کہ جس کی جڑیں گہری نہیں ہوتیں اور عمر بھی طویل نہیں ہوتی۔ شیعت تو "شجرِ طیبہ" ہے کہ جس کی جڑیں گہری ہیں اور شاخیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ شیعت کی جڑوں کی مضبوطی، گہرائی، طویل العمری اور سخت جانی ہی تو اس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

اب تو مدتیں گذر گئیں ابن سبا کا تذکرہ کرتے ہوئے، آپ کب تک اس بیجان افسانوی کردار کو شیعت کے خلاف استعمال کرتے رہیں گے کیا افسانوی کردار سے تاریخ کی حقیقتیں چھپ سکتی ہیں؟

آیئے ہم آپ کو بتائیں کہ شیعت کا بانی ابنِ سبا نہیں تھا بلکہ شیعت کا وجود تو اتنا ہی قدیم ہے کہ خود جتنا اسلام کا اور "صحابہ کرام" اور "اہلبیت" کو الگ الگ طبقہ ثابت کرنے کی کوشش بے چارے ابنِ سبا نے نہیں کی ہے بلکہ یہ تو نام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ طبقے الگ الگ تھے اور یہ تقسیم فطری تھی جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی دفعہ اعلانِ نبوت

کیا تو آپ کی رفیقۂ حیات جناب خدیجہ نے فوراً صدقِ دل سے تصدیق فرمائی اور اپنے شوہر کے مشن کی خاطر ہر قربانی دینے پر کمربستہ ہو گئیں اور اِس گھر میں پرورش پانے والا ایک بچہ کہ جو آنحضرت کا عم زاد تھا۔ ان کے پیچھے اِس طرح چلتا جیسے اونٹنی کا بچہ اِس کے پیچھے پیچھے چلتا ہے۔ اعلانِ نبوت کے بعد بھی یہ اِس طرح چلتا رہا۔ یہ بچہ علیؑ رسولؐ کے چچا ابوطالب کا بیٹا تھا

خدیجہ نے اپنی ساری دولت شوہر کے مشن پر قربان کر دی اور عرب کی یہ ملکہ اپنے شوہر کے دُکھ درد میں شریک ہو گئی اور علی ابنِ ابی طالب اپنے بھائی جناب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مدد و نصرت کرنے لگے۔ آنحضرت باہر نکلتے تو کفار کے بچے پتھر مارتے اور علیؑ اِن کو مار بھگاتے۔

دعوتِ ذوالعشیرہ میں بھی صرف اِسی بچے نے رسول اللہؐ سے نصرت کا وعدہ کیا جب کہ اِس دعوت میں بڑے بڑے بزرگ موجود تھے۔

خدیجہ اور علی بس یہی تھے اِبتدائی اہلبیت۔ پیغمبر اثیار و وفا اور پھر یہ دعوتِ اسلام گھر سے باہر گئی تو غیروں نے اِسے قبول کرنا شروع کیا اور تھوڑے ہی دنوں میں کچھ لوگ مسلمان بن گئے اور یہی ابتدائی قسم کے صحابہ کہلاتے ہیں مگر اِن میں اسلام کے لئے یکساں جذبات نہ تھے۔ کوئی انتہائی مخلص تھا اور صدقِ دل سے اسلام لایا تھا تو کسی کے آگے اپنی مصلحتیں تھیں اور اِس بات کو زمانے نے بھی ثابت کر دیا۔

یہ تھی صحابہ اور اہلبیت کی فطری تقسیم کیونکہ جگر جگر ہے۔ دیگر دیگر ہے اور ابنِ سبا کے افسانہ کا جو زمانہ بتایا جاتا ہے وہ بہت بعد کا ہے۔ یہ تقسیم تو بالکل شروع سے چلی آرہی ہے لہٰذا ابنِ سبا سے اِس تقسیم کا کوئی افسانوی تعلق بھی قائم نہیں ہو سکتا۔

لوگ شامل ہوتے رہے اور کارواں بنتا رہا۔ صحابہ کرام کی تعداد بڑھتی رہی۔ اِدھر رسولؐ کی پیاری بیٹی کہ جو سیرت و کردار میں اپنی ماں خدیجہؓ کیطرح تھی کا عقد علی ابنِ ابی طالب سے ہوا اور قدرت نے آنحضرت کو دو نواسے عطا کئے اور اس طرح سے اہلبیت کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا۔

صحابہ کرام میں سے وہ بزرگ کہ جن میں رضائے الٰہی کے حصول کے سوا کوئی اور جذبہ نہ تھا انھوں نے رسولؐ کے ساتھ ساتھ اولادِ رسول سے بھی عشق کیا اور ہمیشہ اِن سے مخلص رہے۔ اِن مخلص صحابہ میں سلمان فارسی ابوذر، عمار یاسر اور مقداد سرِفہرست ہیں اور سلمان تو اتنے قریب ہوئے کہ ایک روایت کے مطابق رسول اللہ نے انھیں اپنے اہلِ بیت میں داخل فرما لیا۔

یہ اور اس طرح کے دوسرے صحابہ کرام کو جو اہلبیت کے کبھی مقابل نہیں ہوئے بلکہ ہمیشہ ان کے جاں نثار بنے رہے ابتدائی شیعہ ہیں، جیسے جیسے اہلِ بیت کے مخالف نمایاں ہوتے گئے ان حضرات کی شیعیت بھی نمایاں ہوتی گئی اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی وفات کے بعد جب صحابہ کا ایک گروہ اہلبیت کا سیاسی حریف بن کر سامنے آیا تو اہلِ بیت کے دامن سے وابستہ صحابہ کرام کی شیعیت بالکل واضح ہو گئی۔

تاریخ کا گہرا مطالعہ کرنے والے ہر شخص کو یہ جاننا چاہیئے کہ شیعیت کی تاریخ محبت و ایثار اور قربانیوں کی تاریخ ہے، فتنہ پروری کی نہیں۔

ڈاکٹر علی شریعتی کے مطابق "شیعیت ایک ایسا اسلام ہے کہ جس نے علیؑ جیسے عظیم انسان کی ایک "نہیں" سے اپنے آپ کو پہچنوایا اور تاریخ اسلام میں اپنی راہ متعین کی۔ علی وارثِ محمدؐ تھے اور ایسے اسلام کا مظہر جس میں

عدل تھا اور حق۔ "یہ نہیں" کی آواز خلافت کی انتخابی کمیٹی کے سامنے بلند ہوئی تھی یہ عبدالرحمٰن بن عوف کا جواب تھا اور یہ شخص جاہ پرستی اور مصلحت پسندی کا مظہر تھا۔"

عبدالرحمٰن بن عوف کا علیؑ سے صرف اتنا سا سوال تھا کہ اگر تم سیرتِ شیخین پر چلنے کا وعدہ کرو تو خلافت تمہارے حوالے کر دی جائے مگر علیؑ کی ایک "نہیں" نے علی کی سیرت و کردار کو پوری دنیا پر واضح کر دیا اور شیعیت کی راہ ہمیشہ کے لئے معین کر دی۔ اس "نہیں" کے نتیجہ میں حضرت علی تیسری مرتبہ اپنے جائز حق سے محروم کر دیئے گئے اور بنو امیہ کے ایک بزرگ حضرت عثمان "ہاں" کر کے مسندِ رسول پر بیٹھ گئے۔ شیعہ صحابی جناب مقداد مسجدِ نبوی میں پکار اُٹھے کہ کاش ہمارے پاس اتنی طاقت ہوتی کہ ہم اہلِ بیت کو اِن کا حق دلا سکتے —— اگر ہمت ہو تو کہہ دیجئے کہ حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتنہ پھیلانے کی کوشش کی۔

حضرت عثمان کے خلیفہ بننے کے بعد اہلبیت اور اسلام کا دشمن قبیلہ بنو امیہ مسلمانوں کے امور کا مالک بن گیا۔ لوگوں کے حقوق غصب کیے جانے لگے اور حکمراں طبقہ نے وہ تمام باتیں اختیار کر لیں کہ جنھیں مٹانے کے لئے اسلام آیا تھا تو پھر ایک شیعہ صحابی جناب ابوذر کھڑے ہو گئے اور حکومتِ وقت کی پالیسیوں پر نکتہ چینی شروع کر دی۔ خلیفہ نے گھبرا کر انھیں شام کے اموی گورنر معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ یہ معاویہ کون تھا؟ دشمنِ رسولؐ ابوسفیان اور امیر حمزہ کا کلیجہ چبانے والی کا بیٹا —— تاریخ گواہ ہے کہ اِس نے قیصر و کسریٰ کی روش اختیار کر رکھی تھی۔ ابوذر نے یہاں چند ہاتھوں میں دولت کا ارتکاز دیکھا تو تڑپ اٹھے۔ وہ مسجدیں ہوتے یا گلی کوچے

میں اِس فتنہ کے خلاف آواز اُٹھاتے۔ لوگوں کو اسلام کی اصل روح سے آگاہ کرتے۔ چنانچہ انھیں یہاں سے ایک بے کجاوا اونٹ پر سوار کر کے خلیفہ کے پاس روانہ کر دیا گیا۔ جب آپ مدینہ پہنچے تو آپ کی رانیں زخمی تھیں۔ اب پھر خلیفہ کو ابوذر کی نکتہ چینی کا سامنا تھا۔ لہذا انھوں نے اِن کو ایک ویران مقام "ربذہ" کی طرف جلا وطن کر دیا۔ وہیں یہ صحابیٔ رسول عالمِ مسافرت میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔ ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کے جرم میں خلیفۂ وقت نے ایک اور شیعہ صحابی حضرت عمار یاسر کو بھی تشدد کا نشانہ بنایا۔

دراصل یہ اور دوسرے مخلص صحابہ کرام تھے کہ جو اسلام کی تعلیمات کو مسخ ہوتا ہوا دیکھ رہے تھے اور اس بات کا گہرا شعور رکھتے تھے کہ یہ سب کچھ محض اِس لئے ہو رہا ہے کہ پیغمبرِ اسلام کے بعد خلافت اِن کے اصل جانشین سے جُدا کر دی گئی تھی۔ تیسری خلافت کے دوران نوبت یہاں تک پہنچی کہ کوفہ کے گورنر ولید بن عتبہ نے نشہ کی حالت میں صبح کی نماز دو کے بجائے چار رکعت پڑھا دی اور پھر ایک مرتبہ جھوم کر نمازیوں کی طرف متوجہ ہوا کہ کہو تو دو رکعت اور پڑھا دوں۔ بیت المال کہ جو کبھی اللہ کا مال سمجھا جاتا تھا اب خلیفہ کی ذاتی ملکیت بن چکا تھا اور پھر ستم یہ کہ اِس داد و دہش کا دائرہ صرف بنو اُمیّہ تک محدود تھا —— مروان بن حکم کہ جسے اور اِس کے باپ کو رسول اللہ نے مدینہ سے نکال دیا تھا۔ اب پھر واپس بلا لئے گئے خلیفہ نے مروان جیسے سیاہ کار کو اپنا مشیرِ خاص بنا لیا (تاریخ گواہ ہے کہ یہی مروان خلیفہ کو لے ڈوبا) یہ وہ صورتِ حالات تھی کہ جس پر عوامی ردِ عمل ہونا ضروری تھا کیونکہ ابھی ایسے لوگوں کی بہت بڑی تعداد موجود تھی کہ جنھوں نے رسول اللہ کا زمانہ دیکھا تھا اور وہ اسلام کی اصل روح کو سمجھتے تھے

اور پھر وہ صحابہ کرام کہ جنھیں اہلبیت کی طرف گہرا رجحان رکھنے کے سبب شیعہ صحابہ کہا جا سکتا ہے اِس عوامی ردِّ عمل میں پیش پیش تھے مگر ابنِ سبا کہ جو اِسی دَور کی شخصیت بتائی جاتی ہے کے بارے میں اِس عوامی ردِّ عمل کے حوالے سے بات کیجاتی ہے تو اِس کا کردار افسانوی لگتا ہے ـــــ خلیفہ سوم یا ان کے عمال کے خلاف جتنی شورشیں ہوئیں اِن میں ابنِ سبا نام کا کوئی شخص نظر نہیں آتا۔ ہر جگہ مالک اشتر، عمرو بن الحمق، محمد بن ابی بکر (رضوان اللہ علیہم) ہی پیش پیش نظر آتے ہیں۔

حضرت عثمان کے بعد مسلمان حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے اور جب پہلی مرتبہ صحیح خلافت قائم ہوگئی تو وہی گروہ اِس کے خلاف سرگرم ہوگیا کہ جو شروع ہی سے نہیں چاہتا تھا کہ خلافت کی مسند پر علیؑ نظر آئیں۔ چنانچہ قصاصِ خونِ عثمان کا نعرہ لگا کر پہلے جناب عائشہ بنت ابی بکر دخترِ خلیفہ اول حضرت علیؑ کے مقابلہ پر آئیں اور پھر کچھ عرصہ کے بعد شام کے گورنر معاویہ بن سفیان نے ان سے جنگ کی۔ ان دونوں جنگوں میں عام مسلمانوں کے علاوہ شیعہ صحابہ کرام کثیر تعداد میں اپنے امام کے ہمرکاب تھے۔

حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد اِن کے بڑے بیٹے جناب حسنؑ منصبِ امامت پر فائز ہوئے تو شیعہ اِن سے وابستہ ہوگئے اور جب آپ نے معاویہ سے صلح کرلی تو بھی شیعہ آپ سے وابستہ رہے۔

حضرتِ امام حسن جب تک زندہ رہے معاویہ کی آنکھوں میں کھٹکتے رہے اور آخر کار اس نے اِن کی جان لے کر ہی چھوڑی۔ علی الاعلان کچھ نہیں کرسکتا تھا تو زہر دغا سے شہید کر دیا اور یہ سمجھ لیا کہ اَب بادشاہت اِس کی ہے۔ چنانچہ مرنے سے کچھ پہلے اپنے منحوس فرزند یزید لعنت اللہ

علیہ کو ولی عہد نامزد کر دیا۔ اپنی زندگی ہی میں اِن کی ولی عہدی پر بیعت لے لی، مگر حسینؑ ابن علیؑ سے ایسے مطالبہ کی جرأت نہ کر سکا۔

معاویہ کی وفات کے بعد یزید تخت نشین ہوا اور اِس نے مدینہ کے گورنر کو لکھا کہ حسینؑ ابنِ علیؑ سے بیعت کا مطالبہ کیا جائے۔ کہاں نواسۂ رسولؐ حسینؑ ابنِ علیؑ اور کہاں ابوسفیان کے پوتے یزیدؑ بن معاویہ کی بیعت۔ چہ نسبت۔

خاک را با عالم پاک

نواسۂ رسول نے بیعت یزید کو ٹھوکر پر مارا اور خطرات سے بے نیاز ہو کر نکل کھڑے ہوئے تو یہاں بھی شیعہ ساتھ تھے ــــــ بہتّر جانوں نے اس طرح جامِ شہادت نوش کیا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ غیرت و عقیدت کا مسئلہ نہ ہوتا تو جان بھی بچتی اور انعام بھی ملتا۔

حسین شہید ہو گئے۔ ہزاروں شیعہ مختلف وجوہ کی بنا پر نصرت امام نہ کر سکے۔ بعد شہادت حسینؑ سلیمان بن صرد کی سرکردگی میں روضۂ حسینؑ پر گئے اور رات بھر گریہ زاری کرتے رہے۔ صبح ہوئی تو اہلبیت کے دشمنوں سے ٹکرانے کے لئے چل دیئے۔ اس اندوہناک واقعہ نے اِن کے ضمیر کو اس طرح جھنجھوڑا تھا کہ اب ان میں جینے کی خواہش ہی ختم ہو گئی تھی۔ چنانچہ وہ دشمن کے خاتمہ پر تل گئے اور اُس وقت تک دشمن کا مقابلہ کرتے رہے جب تک کہ خود ختم نہ ہو گئے۔ چند افراد کے علاوہ سب ہی نے جان دیدی

ممتاز شیعہ مختار ثقفی کہ جو شہادت حسین کے وقت پابندِ سلاسل تھے کی بیڑیاں کٹیں تو انھوں نے بھی قاتلانِ حسین سے انتقام لینے کی ٹھانی اپنے گرد ہزاروں شیعہ اکٹھا کیے۔ پھر چُن چُن کر قاتلانِ حسین کو تہہ تیغ کیا

اس خونریزی کے دوران ہزاروں شیعوں نے جان و مال کی قربانی دی
سانحۂ کربلا کے بعد شیعیت کو ایک نئی زندگی ملی۔ قربانی کا ایک نیا
جذبہ اور ولولہ، وِلائے اہلبیت کی بھرپور روشنی!

سانحۂ کربلا کے تقریباً دو سال بعد یزید واصلِ جہنم ہوا۔ پھر یزیدوں
کی لائن لگ گئی۔ چہرے الگ الگ تھے مگر سب یزید۔ تاریخ کا کیسا جبر
ہے کہ مسندِ رسالت پر خلیفہ رسول کے نام سے کیسے کیسے کوڑھی چہرے نظر
آتے ہیں ـــــ مروان بن حکم، عبدالملک بن مروان، ولید بن عبدالملک
ہشام بن عبدالملک اور پھر ان کے خونیں گورنروں کا سلسلہ، سب سے بڑھ
کر عراق کا گورنر حجاج بن یوسف۔ جس کے بارے میں مولانا مودودی
عاصم بن ابی النجودؔ کا قول بیان کرتے ہیں کہ " اللہ کی حرمتوں میں کوئی حرمت
ایسی نہیں رہ گئی جس کا ارتکاب اس شخص نے نہ کیا ہو اور پھر مولانا موصوف
حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول بیان فرماتے ہیں کہ اگر دنیا کی تمام قومیں
خباثت کا مقابلہ کریں اور اپنے اپنے سارے خبیث لے آئیں تو ہم تنہا حجاج
کو پیش کرکے ان پر بازی لے جا سکتے ہیں۔ (خلافت و ملوکیت ص۱۸۵، ص۱۸۶)
پھر آگے چل کر کہتے ہیں کہ یہ ظلم و ستم اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ ولید بن عبدالملک
کے زمانہ میں ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز چیخ اٹھے کہ۔

"عراق میں حجاج، شام میں ولید، مصر میں قرہ بن شریک، مدینہ میں عثمان
بن حیان، مکہ میں خالد بن عبداللہ القسری، خداوندا تری دنیا ظلم سے بھر گئی
ہے۔ اب لوگوں کو راحت دے"۔

(خلافت و ملوکیت ۱۸۷۔ ابنِ اثیر جلد ۴ ص۱۳۲)

اس ظالم گورنر کے حق میں عبدالملک (خلیفۃ المسلمین) نے اپنی اولاد

کو مرتے وقت وصیت کی کہ "حجاج بن یوسف کا ہمیشہ لحاظ کرتے رہنا۔ کیونکہ وہی ہے جس نے ہمارے لئے سلطنت ہموار کی، دشمنوں کو مغلوب کیا اور ہمارے خلاف اٹھنے والوں کو دبایا۔"

(ابنِ اثیر جلد ۴ صفحہ ۱۰۳۔ البدایہ جلد ۹ صفحہ ۶۷۔ ابنِ خلدون جلد ۳ صفحہ ۵۸)

اِن یزیدوں سے پہلے جن حضرات کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ تو غلطی کرتے نہیں تھے۔ خطاء اجتہادی کرتے تھے، مگر ان وحشی درندوں کے بارے میں کہ جن کے مظالم پر عمر بن عبدالعزیز بے اختیار چیخ اُٹھے کہ خداوند تری دنیا ظلم سے بھر گئی، اب تو انھیں راحت دے۔ یہ مولوی کیوں خاموش ہے؟ اِن بے رحم خلیفوں اور اِن کے درندہ صفت گورنروں کے ظلم کے خلاف مزاحمت کرنے والے شیعہ کو تو اسلام دشمن اور فسادی کہا جاتا ہے مگر ان ظالموں کے بارے میں زبان خاموش ہے ——— بات یہ ہے کہ ظلم کی حمایت ان کی میراث ہے۔

ہندوستان میں بھی شیعوں پر کچھ کم ظلم نہیں ڈھائے گئے۔ اس سلسلہ میں فیروز شاہ تغلق کا نام خاص طور سے قابلِ ذکر ہے جس نے شیعوں کو قتل کرایا۔ مختلف نوعیت کی سزائیں دیں۔ جزیہ تک عائد کردیا۔

اور اب پاکستان میں سوادِ اعظم اہلسنت کے نام سے ایک یزیدی گروہ پھر سرگرمِ عمل ہے۔

اس سلسلہ کلام کے آخر میں ہم یہ عرض کرتے ہوئے کہ شیعت مظلومیت اور مظلوم کی حمایت کی تاریخ ہے مولانا مودودی کی تحریر پیش کرتے ہیں۔

"بنو امیہ کے خلاف ان کے طرزِ حکومت کی وجہ سے عام مسلمانوں میں جو نفرت پھیلی اور اموی و عباسی دَور میں اولادِ علی اور اِن کے حامیوں پر

ظلم وستم کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں ہمدردی کے جو جذبات پیدا ہوئے انھوں نے شیعی دعوت کو غیر معمولی طاقت بخش دی" (خلافت ملوکیت ص۲۱۱)

آپ کا یہ فرمانا کہ فتنۂ روافض نے خمینی کی شہ پر سر اُبھارا ہے —— تو جناب یہ دبا ہوا کب تھا، یہ تو آزادی کا دَور ہے۔ بنی اُمیّہ اور بنی عباس کے دَور میں بھی یہ سر اُبھرتا رہا ہے اور کٹتا رہا ہے —— پاکستان اور ہندوستان کے شیعوں نے کون سی نئی گستاخی کی ہے جس کی بنا پر "سر اُبھارنے" کا محاورہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ مجلس، ماتم اور جلوس جو پہلے تھا سو اب بھی ہے اور اسی طرح سے ہے کہ جیسے پہلے تھا —— دراصل آپ کی پریشانی کی وجہ یہ ہے کہ شیعیت نے ایران کے اسلامی انقلاب کی وجہ سے عالمی سطح پر اپنے آپ کو پہچنوایا ہے۔ آپ کو تکلیف یہ ہے کہ اسلام اپنی اصل روح کے ساتھ نافذ ہوا تو شیعہ کے ہاتھوں، اور صرف ایران ہی میں نہیں بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں پر اس کے اثرات پڑے ہیں۔ خاص طور سے شیعوں میں ہر جگہ ایک انقلابی طبقہ وجود میں آگیا ہے —— آپ کی پریشانی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایران کے اسلامی انقلاب کی وجہ سے عرب ریاستوں کے بدمعاش شیخوں اور سعودی عرب کے شاہی لیڈروں کو خطرات لاحق ہیں —— اور یہ سب آپ کے آقا ہیں۔

آپ کے دلوں میں ابوسفیان والا اسلام نہ ہوتا تو آپ بھی اسلامی انقلاب سے عام مسلمانوں کی طرح خوش ہوتے، مگر آپ خوش ہونے کے بجائے عام مسلمانوں کو آقائے خمینی اور اس انقلاب سے بدظن کرنے کا ہر ہتھکنڈہ استعمال کر رہے ہیں۔

آپ نے اربابِ اقتدار سے بھی گذارش کی ہے کہ وہ شیعہ نوازی کا رویّہ

چھوڑ دیں اور شیعوں کے ساتھ وہ معاملہ کریں جو کسی اقلیت کے ساتھ کیا جاتا ہے ــــ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ اربابِ اقتدار تعلیم یافتہ ہیں وہ مسلمانوں کے ساتھ اقلیت کا سا سلوک کیسے کر سکتے ہیں۔ پڑھے لکھے باشعور حکمراں تو اقلیتوں کے جذبات کا زیادہ خیال رکھتے ہیں تاکہ انھیں یہ احساس نہ ہو کہ محض اقلیت ہونے کی وجہ سے ان کے ساتھ زیادتی کی جا رہی ہے۔ آئین کی رُو سے بھی بلا امتیاز مذہب و عقیدہ تمام شہریوں کو یکساں حقوق حاصل ہیں۔ دراصل آپ کو شیعوں کے معاملہ میں اقلیتیں اس لئے یاد آئیں کہ آپ ذہنی طور سے اسی سڑے ہوئے زمانہ کی یادگار ہیں کہ جب اقلیتوں کو ذمی بنا کر ان سے غلاموں جیسا برتاؤ کیا جاتا تھا اور آپ شیعوں کو بھی دوسرے درجہ کا شہری بنانا چاہتے ہیں۔

ہم آپ کو بتا دینا چاہتے ہیں اور پہلے بھی بتاتے رہے ہیں کہ ہوش میں آیئے۔ سعودی ریال کا اتنا نشہ اچھا نہیں۔ آپ اس نشہ میں اپنے گھر کو کیوں برباد کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ یہ آپ کیسے اقلیت قرار دے رہے ہیں؟ ملک کی چوتھائی آبادی کو، اور وہ بھی کوئی آپ جیسے خرکاروں کی آبادی نہیں بلکہ دانشوروں، ادیبوں، فنکاروں، سیاست دانوں اور اعلیٰ عہدیداروں کی آبادی ہے۔ آپ اس کریم کو نکال دیں گے تو آپ کے پاس بچے گا کیا؟ یاد رکھیئے کہ ان کی وفاداریاں ملک سے اُسی وقت تک برقرار رہتی ہیں کہ جب تک انھیں اپنے مخصوص روایات کے ساتھ عزت و آبرو سے جینے دیا جائے ورنہ بغداد سے لالوکھیت تک ایک ہی کہانی ہے...... بات زیادہ بڑھی تو پھر نہ کہیں جماعتِ اسلامی نظر آئے گی اور نہ سوادِ اعظم اور نہ ہی ہفت روزہ تکبیر۔

باعثِ تکفیر

دیوبند کے فتنہ پرداز منظور نعمانی نے شیعہ اثنائے عشریہ کے تین خاص عقیدوں کا ثبوت (بزعم خود) ان کی بنیادی اور مستند کتابوں کے حوالہ سے پیش کرکے اصحابِ فتویٰ سے ان کے بارے میں کفر کے فتوے لئے ہیں۔ اس کے بقول اِن تینوں عقیدوں کی نوعیت یہ ہے کہ ان سے دینی حقیقتوں کی تکذیب ہوتی ہے جنھیں علمار کی اصطلاح میں "قطعیات" اور "ضروریاتِ دین" کہا جاتا ہے اور وہ تین عقیدے یہ ہیں۔

۱۔ شیعہ اثنائے عشریہ "شیخین" یعنی حضرت ابوبکر اور حضرتِ عمر کو کافر سمجھتے ہیں۔

۲۔ شیعہ اثنار عشریہ قرآن میں ہر قسم کی تحریف کے قائل ہیں۔

۳۔ شیعہ اثنار عشریہ عقیدہ امامت کی وجہ سے ختم نبوت کے منکر ہیں۔

۱۔ عقیدہ تکفیر شیخین

مسلمانوں کے ہاں یہ طریقہ ہے کہ جب کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرنا چاہتا ہے تو اس سے کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت پڑھوایا جاتا ہے اور اس طرح سے وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہوجاتا ہے۔ پھر اسے ایمان وعقیدہ کی باتیں سکھائی جاتی ہیں۔ ایمانِ مفصّل ومجمل کی تعلیم دی جاتی ہے۔

ایمانِ مفصل :-

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَ الیَوْمِ الاٰخِرِ وَ القَدْرِ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالیٰ وَ البَعْثِ بَعْدَ المَوْتِ ۔

میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور اچھی بری تقدیر پر کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر۔

یہاں کہیں نہیں ہے کہ میں ایمان لایا ابوبکر کے ایمان لانے پر اور میں ایمان لایا عمر کے ایمان لانے پر ـــــ تو پھر کسی مسلمان کو ان دونوں کی تکفیر پر کس اصول کے تحت کافر قرار دیا جا سکتا ہے ؟

ایمانِ مجمل :-

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَائِہٖ وَ صِفَاتِہٖ وَ قَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ

میں ایمان لایا اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور اپنی صفتوں کے ساتھ ہے اور میں نے اس کے سارے حکموں کو قبول کیا ۔ زبان سے اقرار ہے اور دل سے یقین ہے ۔

یہاں پر بھی کہیں ابوبکرؓ و عمرؓ کا تذکرہ نہیں ہے ۔ تاہم سارے حکموں کو قبول کرنے والی بات قابلِ غور ہے ـــــ مگر پورے قرآن میں کہ یہ حکم خدا معلوم کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے کہیں اشارۃً بھی ابوبکرؓ و عمرؓ کا تذکرہ نہیں ہے ۔

دراصل یہ تاریخ کا مسئلہ ہے مگر دیوبند کے منظور نعمانی نے اسے قرآن

کا مسئلہ بنانے کی کوشش کی ہے تاکہ اثنا عشری شیعہ کو کافر قرار دیا جا سکے
اس سلسلہ میں اس نے قرآن کی بہت سی آیتیں اس دعوے کے ساتھ پیش
کی ہیں کہ یہ آیتیں حضراتِ شیخین کے بارے میں نازل ہوئیں اور یہ ثابت کرنے
کی کوشش فرمائی ہے کہ شیخین کے ایمان سے انکار کا مطلب یہ ہے کہ ان
دینی حقیقتوں کی تکذیب کی جا رہی ہے کہ جنھیں علمار کی اصطلاح میں "قطعیات"
اور ضروریاتِ دین کہا جاتا ہے۔

یہ بات ایک عام پڑھا لکھا آدمی بھی جانتا ہے کہ قطعی بات وہ کہلاتی
ہے کہ جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو اور ضروریات وہ ہوتی
ہیں کہ جن کے بغیر کہیں کوئی رخنہ پڑے۔

اِس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ قرآن میں دورِ رسالت کی صرف
دو ہستیوں کا ان کے نام کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے، ابولہب و زید بن
حارثہ ـــــ اِن کے علاوہ اِس دَور کا کوئی نام قرآن میں نظر نہیں آتا۔
اِس میں کوئی شک نہیں کہ بعض آیتیں ایسی ہیں کہ جن میں شیخین کے بارے
میں بغیر نام لئے کچھ کہا گیا ہے، مگر جو کچھ کہا گیا ہے وہ قطعی نہیں، چنانچہ
مفسرین نے اپنے اپنے فہم و فراست اور رجحانات کے مطابق ان باتوں
سے معانی و مطالب اخذ کئے ہیں ـــــ اگر کسی آیت میں اللہ تعالیٰ کا
صحابہ کرام سے راضی ہو جانے کا تذکرہ ملتا ہے تو ساتھ ساتھ اس "رضا" پر
گفتگو کی بھی خاصی گنجائش ہے ـــــ غار والی آیت میں جہاں مفسرین
حضرت ابوبکر کی فضیلت کا پہلو نکالتے ہیں وہاں ایسے مفسرین بھی ہیں کہ
اسی آیت سے وزنی دلیلوں کے ساتھ اِن کے ایمان کی کمزوری کا پہلو
بھی نکالتے ہیں۔

"ایمان واسلام اور کفر کی حقیقت اور ان کی حدود" کے عنوانات کے تحت منظور نعمانی نے ایک عبارت لکھی ہے اور اسے لکھ کر وہ خود آپ اپنے جال میں آ گئے ـــــ آپ فرماتے ہیں کہ ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے رسولؐ کو دل سے اللہ کا رسول مانا جائے جو وہ اللہ کی طرف سے بتلائیں اس سب کی تصدیق اور اس کو قبول کیا جائے اور اس پر ایسا یقین کیا جائے جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔ ان کی کسی ایک بات کا انکار اور یقین نہ کرنا موجب کفر ہو گا۔ جن مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا اور ان کو آپ کی تعلیم بالواسطہ پہنچی (جیسا کہ ہمارا حال ہے) ان کے لئے یہ حیثیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف انھیں تعلیمات اور احکام کی ہو گی جو ایسے قطعی اور یقینی طریقہ سے ثابت ہیں جن میں شک وشبہ یا تاویل کی گنجائش نہیں۔ مثلاً یہ بات کہ حضور نے شرک و بت پرستی کے خلاف توحید کی تعلیم دی، قیامت و آخرت، جنت و دوزخ کی خبر دی، ایک مستقل مخلوق کی حیثیت سے فرشتوں کے وجود کی اطلاع دی۔ قرآن پاک کو ہمیشہ محفوظ رہنے والی اللہ کی کتاب اور اپنے کو اللہ کا آخری نبی بتلایا جس کے بعد اللہ کی طرف سے کوئی نبی نہیں آئے گا، اور مثلاً پانچ وقت کی نماز، رمضان کے روزوں اور زکوٰۃ وحج کے فرض ہونے کی تعلیم دی اور اس طرح کی بہت سی دینی حقیقتیں اور دینی احکام ہیں جن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہونے کے بارے میں کسی شک شبہ کی گنجائش نہیں تو کسی کے مومن ومسلم ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ایسی تمام باتوں کی اپنے علم کے مطابق (اجمالی یا تفصیلی) تصدیق کی جائے۔ ان کو دل سے مانا جائے، قبول کیا جائے۔"

اب اس تحریر کے بعد ایمانِ شیخین پر ایمان لانے کو "قطعیات" میں شمار کرنے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟ ان کے بارے میں تو کوئی حکم ہی نہیں ہے نہ قطعی نہ غیر قطعی اللہ کے حکموں کو قبول کرنے (ایمانِ مجمل کے مطابق) کا دوسرا بڑا ذریعہ حدیث ہے اور حدیث میں بھی کہیں یہ نہیں ہے کہ اللہ کا حکم ہے کہ خبردار شیخین کے ایمان پر شک نہ کرنا ورنہ تم کافر ہو جاؤ گے۔

اگر مطلب براری کے لئے ان حدیثوں کا سہارا لیا جائے کہ جن میں شیخین کے فضائل بیان ہوئے ہیں تو یہ بات بھی کوئی ڈھکی چھپی نہیں کہ دورِ بنی امیہ میں سیاسی ضرورت کے تحت شیخین کی فضیلت کے لئے بہت سی حدیثیں گھڑی گئی ہیں اور پھر ایسی حدیثیں بھی ہیں کہ جن سے شیخین کی شخصیت کے تاریک پہلو سامنے آتے ہیں ـــــ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی قطعی بات تو نہ ہوئی۔ پھر ایمانِ شیخین پر یقین کو "قطعیات" کیسے کہہ سکتے ہیں؟

آپ کے خیال میں صحابہ کرام پر "ضروریاتِ دین" کی اصطلاح کا بھی اطلاق ہوتا ہے۔ کیونکہ "دین" صحابہ ہی کے ذریعہ سے مسلمانوں تک پہنچا ہے مگر ہم یہ عرض کریں گے کہ آپ نے تو حصولِ دین کے لئے خود اپنی پسند کا راستہ اختیار کیا ہے ـــــ یہ آپ کی پسند کا معاملہ ہے اسلام کا نہیں ـــــ آپ نے خود سنگین غلطی کی اور شیعوں سے کہتے ہیں تم کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے ہر صحابی کو معتبر جانا محض اس لئے کہ وہ رسول اللہ پر ایمان لایا اور انھیں دیکھا حجۃ الوداع تک تو صحابہ کی تعداد کم از کم ایک لاکھ تک پہنچ گئی تھی تو کیا یہ ممکن ہے کہ ان میں سے ہر شخص "عادل" ہو۔ پھر یہ کیا تماشہ ہے "اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُوْل" یعنی تمام صحابہ عادل ہیں، اور پھر اس کے آگے ایک اور قیامت اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم

یعنی میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی اقتدا کروگے راستہ پاؤگے۔

ذرا سوچئے تو کہ آج کے دور میں اگر رسول اللہؐ صلعم کی بعثت ہوئی ہوتی تو کیا گدھے گاڑی والا، بس کنڈیکٹر، دھوبی نائی، قصائی، ڈاکٹر، انجنیئر پروفیسر اور تاجر محض رسول اللہ پر ایمان لانے اور آپ کی زیارت کی وجہ سے صحابی ہو جاتا اور ہر ایک اسلام سے وابستگی ذہنی سطح، علمی استعداد نیکی و پارسائی غرض ہر لحاظ سے برابر ہو جاتا اور پھر اپنی مرضی پر ہوتا کہ جس کی چاہے اقتدا کرے، چاہے گدھے گاڑی والے کو اپنا ہادی بنالے اور چاہے تو پروفیسر کو، بات ایک ہی ہے۔

آپ تو دُور دراز کے تعلق رکھنے والوں کو بھی شرفِ صحابیت سے نوازتے ہیں اور ہر ایک کو ہدایت و رہنمائی کے قابل سمجھتے ہیں مگر سچی بات تو یہ ہے کہ رسول اللہ سے قریب اور بعض بہت ہی قریب رہنے والے صحابہ سے بھی ایسے افعال سرزد ہوئے کہ جن کی بنا پر ہر شخص کو ان کے بارے میں اپنی رائے رکھنے کا حق حاصل ہے۔

تاریخ داں اچھی طرح جانتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کس نے رسول کی رسالت پر شک کیا اور گستاخانہ لہجہ میں بات کی، اور کس نے دورانِ علالت انھیں سامانِ کتابت فراہم کرنے سے منع کیا اور کہا کہ یہ شخص ہذیان بک رہا ہے، ہمیں کتابِ خدا کافی ہے اور کس کس نے رسول اللہ کے حکم سے رُوگردانی کرتے ہوئے جیشِ اُسامہ میں شامل ہونے سے پہلوتہی کی اور کتنے صحابی ایسے تھے کہ جو رسول اللہ صلعم کا جنازہ چھوڑ کر خلافت کا مسئلہ طے کرنے سقیفہ بنو ساعدہ چلے گئے تھے۔

وہ کون سے بزرگ تھے جو کہ اُحد کے دن کہ جب مسلمانوں نے راہِ فرار کی، پہاڑ پر بُز کوہی کی طرح کودتے پھرتے تھے اور وہ کون صاحب تھے کہ جو ایسا بھاگے کہ تین دن کے بعد واپس ہوئے، اور وہ کون سے حضرات تھے کہ جنھوں نے خیبر سے راہِ فرار اختیار کی۔ کہاں تک لکھا جائے، اس طرح کی بیسوں باتیں خاص اور عام صحابہ سے منسوب ہیں ——— یہ خالص تاریخی مسئلہ ہے، اب جس کا دل چاہے اِن باتوں پر یقین نہ کرے اور ان سب کو اپنا ہادی بنالے اور جس کا دِل چاہے اِن باتوں پر یقین کرے اور انھیں چھوڑ دے اور اگر صحابہ ہی سے دلچسپی ہے تو ایسے صحابہ کو پکڑیئے کہ جن کا دامن صاف ہے اور "ضرورت دین" کا مسئلہ حل کر لیجئے۔ ورنہ اصل "ضرورتِ دین" تو رسول اللہ کا گھرانہ ہے۔ رسول اللہ نے تو بتا بھی دیا تھا کہ میں اپنے بعد دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک کتاب اور دوسرے اپنے اہلبیت ان سے متمسک رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور علم کا دروازہ بھی دِکھا دیا تھا مگر مسلمانوں کی قسمت کہ انہوں نے اِس دروازے کو خود اپنے اُوپر بند کر لیا، قرآن کو پکڑ لیا اور اہلبیت کو چھوڑ دیا، اور شیعہ سے بھی یہی کہتے ہیں کہ تم بھی انھیں چھوڑ دو اور انہیں "ضروریاتِ دین" سمجھو کہ جنھیں ہم سمجھتے ہیں، ورنہ تم ٹھہرے کافر۔

اگر بعض صحابہ و امہات المومنین کو نہ ماننے کی وجہ سے آپ کسی کو کافر ٹھہرائیں تو ٹھیک ہے ا ٹھہرایئے۔ ہم بھی کچھ حوالے حدیثوں سے اور کچھ شہادتیں تاریخ سے پیش کئے دیتے ہیں اور فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ دیکھیں کس کس کو کافر قرار دینے کی جرأت کرتے ہیں۔

اس تفصیل میں جائے بغیر کہ رسُولؐ کی لختِ جگر بی بی فاطمہؑ زہرا کو شیخین کی طرف سے کیا کیا دُکھ پہنچے، ہم صرف اتنا بتائیں گے کہ یہ بی بی انہی دکھوں

کے سبب رسول اللہؐ کے انتقال کے بعد ۶ مہینے سے زیادہ زندہ نہ رہ سکیں اور اس پورے عرصہ میں فریاد کرتی رہی کہ "اے بابا جان! آپ کے دُنیا سے پردہ فرمانے کے بعد مجھ پر اتنے دُکھ پڑے کہ اگر دن پر پڑتے تو رات ہو جاتا۔

ہم ان دکھوں کی تفصیل میں اس لئے نہیں جا رہے ہیں کہ مناظرے کی کتابوں میں اس پر بڑی بحثیں ہو چکی ہیں اور اس چھوٹی سی کتاب میں اس کی گنجائش بھی نہیں ہے۔ ہم یہاں صرف دو حقیقتوں کا تذکرہ کریں گے

پہلی حقیقت تو یہ ہے کہ فاطمہؑ بنتِ رسولؐ ابوبکر سے اس قدر ناراض تھیں کہ اپنی وفات تک ان سے کلام نہیں کیا اور وصیت فرما گئیں کہ ابوبکر ان کے جنازے میں شریک نہ ہوں۔ اور دوسری حقیقت یہ ہے کہ رسولؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جس نے فاطمہؑ کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔

حدیث شریف :-

"فوجدت فاطمه علیٰ ابی بکر فی ذالک فهجدته فلم تکلم حتی توفیت وعاشت بعد النبی صلی اللّٰه علیہ وسلم ستة اشهر فلما توفیت دفنها زوجها علی لیلاً ولم یوذن بها ابا بکر وصلیٰ علیها۔" (بخاری کتاب المغازی، غزوہ خیبر)

ترجمہ :- تو حضرت فاطمہؑ اس مسئلہ میں ابوبکر سے ناراض ہو گئیں اور انہوں نے اپنی وفات تک حضرت ابوبکر سے گفتگو نہ کی، حضرت فاطمہؑ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ۶ ماہ زندہ رہیں، جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان کے شوہر حضرت علیؑ نے انہیں رات ہی میں دفن کر دیا اور انہیں شریک ہونے کی اجازت نہیں دی اور خود ہی ان کی نماز جنازہ پڑھ لی۔

"ابوالولید حدثنا ابن عیینه عن عمرو بن دینار عن ابن

ابی ملیکۃ عن المسور ابن مخرمہ رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبہا اغضبنی"

بخاری شریف، کتاب الانبیاء

حدیث نمبر ۹۵۳

ترجمہ :- ابوالولید ابن عینیہ، عمرو بن دینار، ابن ابی ملیکہ حضرت مسور ابن مخرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہؑ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے، جس نے فاطمہؑ کو غضبناک کیا اس نے مجھ کو غضب ناک کیا۔

اب غور فرمایئے کہ رسول اللہ کو غضب ناک کرنے والوں کا کہاں ٹھکانا ہے

ایک اور مثال کہ جناب رسولِ خدا نے فاطمہ کے شوہر اور اپنے عم زاد کہ جنہیں مسلمان خلیفہ راشد سمجھتے ہیں سے بغض رکھنے والوں کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے۔ ازالۃ الخلفاء میں ہے کہ :-

سلمان فارسی سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے اِن سے پوچھا، تم حضرت کو کیوں چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جس نے علیؑ سے دوستی کی اُس نے مجھ سے دوستی کی اور جس نے علیؑ سے بغض کیا اُس نے مجھ سے بغض کیا"۔

"عمار بن یاسر سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میں نے سُنا۔ آپ حضرت علیؑ سے فرمارہے تھے کہ مبارک ہیں وہ جو تم کو دوست رکھتے ہیں اور تمہارے معاملہ میں سچ کہتے ہیں اور بربادی ہے اُن کے لئے جو تم سے بغض رکھتے ہیں اور تمہاری بابت جھوٹ بولتے ہیں۔

ترمذی نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ ہم (انصار) منافقوں

کو حضرت علی کے بغض سے پہچانتے تھے"

"اُمِ سلمہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ کوئی منافق حضرت علی سے دوستی نہ کرے گا اور نہ کوئی مومن اِن سے بغض رکھے گا"

یہ تمام روایتیں شاہ ولی اللہ دہلوی نے ازالۃ الخلفاء مقصد دوم ماثر علی ابن ابی طالب میں تحریر فرمائی ہیں۔ اب یہ سوادِ اعظم والے جانیں کہ کیا شاہ ولی اللہ صاحب بھی کسی یہودی سازش کا شکار ہو گئے تھے کہ انہوں نے یہ روایتیں نقل کر دیں۔

اِن روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ رسول کی زندگی ہی میں لوگوں کے بغض کا شکار تھے اور بغض رکھنے والے ان روایات کی رو سے ظاہری مسلمان تھے۔

رسول اللہ کی آنکھ بند ہوتے ہی حضرت علی مرتضےٰ کے خلاف بغض و حسد کا اظہار ہونے لگا مگر آج سے چودہ سو برس بعد اس کا ادراک عام مسلمانوں کے لئے بڑا مشکل ہے، مگر تاریخ میں ایک ایسا موڑ بھی آگیا کہ علیؑ کے خلاف تلواریں نکل آئیں ـــــ تو اب کیا گنجائش رہ جاتی ہے کہ علیؑ سے دشمنی رکھنے والوں کو نہ پہچانا جاتے۔

قولِ رسولؐ ہے کہ کوئی مومن علی سے بغض نہیں رکھے گا، مگر اسے کیا کیجئے کہ اُمّ المومنین صحابیٔ رسول و خلیفۂ راشد کے مقابلہ پر ہزاروں مسلمانوں کو ساتھ لے کر میدانِ جنگ میں تشریف لے آئیں اور ایسی جنگ کی کہ جس کے نتیجہ میں ہزاروں مسلمانوں کے سر تن سے جُدا ہو گئے۔

یہ جنگ تاریخ میں "جنگِ جمل" کے نام سے مشہور ہے ـــــ اب

سوادِ اعظم کے پیاسہ قلب مفتی بی بی عائشہ کے بارے میں کیا فتویٰ دیں گے؟
قولِ رسول ہے کہ یا علی بربادی ہے ان کے لئے جو تم سے بغض رکھتے
ہیں اور تمہاری بابت جھوٹ بولتے ہیں۔
معاویہ بن ابی سفیان کہ جنہیں بھی صحابی کا درجہ دیا جاتا ہے نے ہمیشہ علی سے
بغض رکھا اور ان کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کیا۔ ان جیسے خلیفہ راشد کے خلاف
علمِ بغاوت بلند کیا اور صفین کے میدان میں ایک خونریز جنگ لڑی پھر جب
شکست سے قریب ہونے لگے تو بڑے مکر کے ساتھ قرآن کو درمیان میں لائے
اور علی کو جنگ بند کرنے پر مجبور کر دیا، اور پھر اپنی فریب کاریوں کے طفیل
ایک خلیفہ راشد کی موجودگی میں اسلامی ریاست کے ایک بڑے علاقہ پر خود مختار
حکمراں کی حیثیت سے قابض رہے اور اس پر بس نہیں کیا بلکہ حضرت علی کی
حدودِ ریاست میں شام کے بھیڑیا صفت سالار بسر بن ارطارہ کو قتل و غارت
گری کی چھوٹ دے رکھی تھی۔ یہ بھیڑیا جب موقع ملتا بھیڑیوں کی فوج لے
کر حضرت علی کے علاقے میں گھس جاتا اور علیؑ کے فوجی دستے پہنچتے تو یہ فرار ہو
جاتا اور اپنے پیچھے ظلم کی ایک نئی داستان چھوڑ جاتا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس درندے
نے عبید اللہ ابنِ عباس کے دو معصوم بچوں کو بے جرم و خطا ذبح کر دیا۔
معاویہ کے جرائم یہیں پر ختم نہیں ہو جاتے ہیں بلکہ یہ شخص تو صحابی رسول
حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو حبِ علی کے جرم میں قتل کرا دیتا ہے، معاویہ
کی اس حرکت پر حضرت عائشہ بھی اظہارِ ناراضگی کرتی ہیں ——— ایسی
روایتیں بھی ملتی ہیں کہ امام حسنؑ کی شہادت اس زہر دغا سے ہوئی کہ جس کا
انتظام اسی شخص نے کیا تھا۔
معاویہ کے جرائم کی فہرست بڑی طویل ہے اور اگر صرف صحابہ کرام کے

ساتھ اس کے برتاؤ کو زیرِ بحث لایا جاتے تو بھی ساری باتوں کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا لہٰذا اب ہم صرف حضرت علیؑ پر اس کی طرف سے ہونے والے سب و شتم کو زیرِ بحث لائیں گے ۔

صحابی رسول اور مسلمانوں کے خلیفہ راشد حضرت علی مرتضٰے پر سب و شتم کرنے اور باقاعدہ اس فعلِ قبیح کی رسم قائم کرنے والا شخص معاویہ ہے اور ستم ظریفی دیکھئے کہ یہ خود بھی مسلمانوں کا "صحابی رسول" ہے یہ شخص خود بھی حضرت علی پر سب و شتم کرتا اور چاہتا کہ دوسرے صحابہ بھی ایسا ہی کریں۔ اپنے عاملوں کو تو اس نے اس بارے میں خاص طور سے حکم دے رکھا تھا اور یہ عمال مستعدی سے اس کا حکم بجا لاتے خاص طور سے جمعہ کے خطبات بغیر توہینِ علی کے مکمل نہ ہوتے۔

افسوس کہ سبّ علی کا سلسلہ حیاتِ علیؑ تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ آپ کی شہادت کے بعد بھی جاری رہا۔ یہاں تک کہ بنو امیّہ کے واحد صالح حکمران عمر بن عبدالعزیز کا دور آیا اور اس نے اس رسمِ قبیح پر پابندی لگا دی۔

صحیح مسلم کتاب فضائلِ صحابہ باب فضائل علی میں ہے کہ

عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ قال امیر معاویہ بن ابی سفیان سعدؓ فقال ما منعکؓ ان تسب ابا تراب ۔ فقال اما ما ذکرت ثلاثا قالھن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلن اسبّہ

ترجمہ :۔ عامر بن سعد بن ابی وقاص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ معاویہ بن ابی سفیان نے سعد کو حکم دیا پھر کہا کہ تجھے کس چیز نے روکا ہے کہ تو ابوتراب پر سبّ کرے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ کے تین ارشادات کو یاد کرتا ہوں تو میں ہرگز علیؑ پر سب نہیں کر سکتا۔

صحیح مسلم کے علاوہ صحیح ترمذی مسند احمد بن حنبل اور دوسری کتب حدیث میں بھی معاویہ کی جاری کردہ اس قبیح رسم کا تذکرہ موجود ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے بڑا ستم یہ تھا کہ علیؑ پر سب وشتم ان کے چاہنے والوں کے سامنے کیا جاتا اور کمینگی کی انتہا یہ ہے کہ عزیزوں اور بیٹوں کی موجودگی کا بھی خیال نہ کیا جاتا۔

جب صلح نامہ لکھا جا رہا تھا تو حضرت امام حسن نے ایک شرط یہ بھی لکھوانا چاہی کہ میرے والد پر سب وشتم نہ کیا جائے، مگر معاویہ نے اسے تسلیم نہیں کیا تو امام حسن نے یہ مطالبہ کیا کہ کم از کم میرے سامنے تو ایسا نہ جائے چنانچہ معاویہ نے یہ بات مان لی مگر اسے پورا نہیں کیا۔ تصدیق کے لئے ملاحظہ ہو طبری جلد ۴، البدایہ ابن کثیر جلد ۸ اور الکامل جلد ۳

معاویہ کا یہ جرم کہ اس نے حضرت علی پر سب وشتم کی رسم جاری کی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں، لہٰذا ہر دور کے جلیل القدر علماء نے معاویہ کے اس جرم کو تسلیم کیا ہے۔

دورِ حاضر کے ممتاز عالم مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی کہ جن کا قیام بھارت میں ہے "تاریخِ اسلام" جلد دوم میں لکھتے ہیں۔

امیر معاویہ نے اپنے زمانہ میں برسرِ منبر حضرت علی پر سب وشتم کی مذموم رسم جاری کی تھی اور ان کے تمام عمال اس رسم کو ادا کرتے تھے۔ مغیرہ بن شعبہ بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے لیکن امیر معاویہ کی تقلید میں یہ بھی اس مذموم بدعت سے نہ بچ سکے۔ حجر بن عدی اور ان کی جماعت کو قدرتاً اس سے تکلیف پہنچتی تھی"

(تاریخِ اسلام صد جلد ۲)

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں۔

ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں برسر منبر حضرت علیؓ پر سب و شتم کی بوچھاڑ کرتے تھے، حتیٰ کہ مسجدِ نبوی میں منبرِ رسول پر عین روضۂ نبوی کے سامنے حضور کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علیؓ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے کسی کے مرنے کے بعد اس کو گالیاں دینا، شریعت تو درکنار، انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور پر جمعہ کے خطبہ کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین و اخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے آکر اپنے خاندان کی دوسری غلط روایات کی طرح اس روایت کو بھی بدلا اور خطبۂ جمعہ میں سب علی کی جگہ یہ آیت پڑھنا شروع کر دی ......

(خلافت و ملوکیت، مولانا ابو الاعلیٰ مودودی ص۱۷۵)

صحابی رسول حجر بن عدی شیعہ کی موجودگی میں مسجدِ کوفہ میں خطبہ کے دوران حضرت علی کرم اللہ پر سب و شتم کیا جاتا۔ آپ نے اس کمینگی پر آواز اٹھائی تو گرفتار کر لئے گئے۔ پھر آپ کو معاویہ کے پاس شام بھیج دیا گیا اور معاویہ نے انہیں اور ان کے ساتھیوں کو علی سے محبت کرنے کے جرم میں قتل کرا دیا۔ اس سلسلہ میں ہم مولانا ابو اعلیٰ مودودی کی ایک تحریر پیش کرتے ہیں۔ آپ حجر بن عدی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ایک زاہد و عابد صحابی اور صلحائے امت میں ایک اونچے مرتبہ کے شخص تھے۔ حضرت معاویہ کے زمانہ میں جب منبروں پر خطبوں میں اعلانیہ حضرت علی پر لعنت اور سب و شتم کا سلسلہ شروع ہوا...... کوفہ میں حجر بن عدیؓ سے صبر

نہ ہو سکا اور انہوں نے جواب میں حضرت علیؓ کی تعریف اور حضرت معاویہ کی مذمت شروع کر دی ...... جب زیاد کی گورنری میں بصرے کے ساتھ کوفہ بھی شامل ہو گیا ..... وہ خطبے میں حضرت علیؓ کو گالیاں دیتا تھا اور یہ اٹھ کر اس کا جواب دینے لگتے تھے ..... آخر کار اس نے انہیں اور ان کے بارہ ساتھیوں کو گرفتار کر لیا، اور ان کے خلاف بہت سے لوگوں کی شہادتیں اس فرد جرم پر لیں کہ .... ان کا دعویٰ ہے کہ خلافت آلِ ابی طالب کے سوا کسی کے لئے درست نہیں ہے ...... یہ ابوتراب (حضرت علیؓ) کی حمایت کرتے ہیں۔ ان پر رحمت بھیجتے ہیں اور ان کے مخالفین سے برأت کرتے ہیں .....

اس طرح یہ ملزم حضرت معاویہ کے پاس بھیجے گئے اور انہوں نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ قتل سے پہلے جلادوں نے ان کے سامنے جو بات پیش کی وہ یہ تھی کہ "ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اگر تم علی سے برأت کا اظہار کرو اور ان پر لعنت بھیجو تو تمہیں چھوڑ دیا جائے"۔ ان لوگوں نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا اور حجر نے کہا "میں زبان سے وہ بات نہیں نکال سکتا جو رب کو ناراض کرے۔ آخر کار وہ اور ان کے سات ساتھی قتل کر دیئے گئے۔ ان میں سے ایک صاحب عبدالرحمٰن بن حسان کو حضرت معاویہ نے زیاد کے پاس بھیج دیا۔ اور اس کو لکھا کہ انھیں بدترین طریقے سے قتل کرو۔ چنانچہ اس نے انہیں زندہ دفن کر دیا۔" (خلافت و ملوکیت صہ ۱۶۴)

یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والوں کی شرم و غیرت کو کیا ہوا؟ ان کی عقلوں پر کون سے دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں؟ انھیں کیا چیز باطل کی حمایت پر کمربستہ کئے ہوئے ہے؟ یہ ناموسِ صحابہ کے پاسبان ناموسِ رسول

کے سلسلہ میں کیوں خاموش ہیں ؟ وفاتِ رسول کے بعد تیس سال میں یہ نوبت پہنچ گئی کہ آزاد کردہ رسول ابوسفیان کے بیٹے معاویہ (جس کا شمار بھی طلقار میں ہوتا ہے) سے نواسۂ رسول مطالبہ کر رہا ہے کہ میرے والد بزرگوار پر سرِعام سب و شتم نہ کیا جائے۔ اور جب یہ بات تسلیم نہیں کی گئی تو پھر کہا گیا کہ اچھا تو کم از کم میرے سامنے تو میرے بابا کو بُرا نہ کہا جائے ـــــ مگر افسوس کے وعدہ کے باوجود اس بات پر بھی عمل نہیں کیا گیا۔

اگر معاویہ کو صحابی اور فقیہہ ہونے کے باوجود اس جرم پر معاف کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ایک ایسے شخص پر سب و شتم کیا اور اپنے گورنروں کے ذریعہ پوری اسلامی مملکت میں اس قبیح حرکت کو پھیلایا کہ جو صحابیٔ رسول اور خلیفہ راشد ہی تھا بلکہ رسول کے چچا کا بیٹا اور داماد بھی تھا جس پر رسول کی چاہتیں اور محبتیں ختم تھیں تو پھر شیعوں کو بھی معاف کر دیجئے کہ آج کا شیعہ تو ایک عام انسان ہے صحابی نہیں، اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ شیعہ اگر صحابہ کے ایک گروہ سے اظہارِ برأت کرتے ہیں تو رسولؐ اور آلِ رسولؐ کی محبت کی وجہ سے۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ جس دل میں رسول اور آلِ رسولؐ کی محبت ہو اس دل میں ان کے دشمنوں کا بھی احترام ہو۔ یہ تو سوادِ اعظم والوں کا کمال ہے کہ وہ ان لوگوں کا بھی احترام کرتے ہیں کہ جن کی آلِ رسول سے دشمنی کوئی ڈھکی چھپی شئے نہیں ہے۔ مروان اور یزید ہی کو لیجئے کہ یہ لوگ انھیں بھی بُرا نہیں کہتے اور بعض تو ان دونوں دشمنانِ رسول و آلِ رسول کا احترام بھی کرتے ہیں۔ یزید کی آلِ رسول سے دشمنی تو بچہ بچہ پر ظاہر ہے۔ اس کے لئے کسی حوالہ کی بھی ضرورت نہیں لیکن مروان کے بارے میں عام لوگوں کی اطلاع کے لئے ہم حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزند جناب شاہ عبدالعزیز دہلوی

طبرسی کی کتاب "فصل الخطاب" اور سید نعمت اللہ الموسوی الجزائری کی کتاب "الانوار النعمانیہ" کا تذکرہ کیا گیا ہے

۶ مولانا منظور نعمانی کی رائے ہے کہ جو شیعہ علماء و مجتہدین تحریفِ قرآن کے عقیدہ سے انکار کرتے ہیں اور موجودہ قرآن پر ہم اہلسنت ہی کی طرح ایمان کا اظہار کرتے ہیں ان کے اس رویہ کی کوئی معقول اور قابلِ قبول توجیہ اس کے سوا نہیں کی جاسکتی کہ یہ ان کا تقیہ ہے۔ مولانا نعمانی تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارے زمانہ کے شیعہ علماء و مجتہدین نے بھی بالعموم تحریف کے عقیدہ سے انکار کی پالیسی اختیار کر رکھی ہے۔

۷ شیعہ اثنا عشریہ کا اصل قرآن وہ ہے کہ جو حضرت علی نے مرتب کیا تھا۔

اس مختصر سی کتاب میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ کسی طویل بحث میں الجھا جائے اور یہ موضوع کچھ ایسا ہی ہے، چنانچہ ہم نے منظور نعمانی کی خاصی طویل بحث کو مختصراً چند نکات میں پیش کیا ہے اور اب ہم انہی کا نکتہ بہ نکتہ اور مختصر جواب دے رہے ہیں

۱۰۲ تحریف قرآن والی روایتوں کی مخالفت بڑے بڑے شیعہ علماء نے کی ہے جن کی فہرست بڑی طویل ہے، ہم صرف دو مجتہدینِ عظام کی آراء پیش کرتے ہیں تو پہلے شیعہ اثنا عشریہ کے مرجعِ تقلید مجتہدِ اعظم آقائے سید ابوالقاسم خوئی کی رائے پیش کی جاتی ہے۔ آپ زندہ سلامت ہیں اور عراق میں قیام پذیر ہیں۔

"اس معنی میں تحریف کہ موجودہ قرآن میں کچھ کلام غیر قرآن بھی ہے تو اس کے بطلان پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے (البیان مقدمہ تفسیر قرآن ص۲۰۲) جن روایات سے تحریف کا اشارہ ملتا ہے وہ اخبار احاد ہیں جو کہ علم و عمل کے لئے مفید نہیں (البیان ص۲۲۱)

اب دورِ اکبری و جہانگیری کے قاضی نور اللہ شوستری کہ جو شیعہ اثنا عشریہ

میں انتہائی بلند مقام رکھتے ہیں اور شہید ثالث کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں، کی رائے ملاحظہ ہو۔

" قرآن اتنا ہی ہے جتنا موجود ہے جو اس سے زیادہ کہے وہ جھوٹا ہے قرآن عہدِ رسالت میں مجموع نہ مولف تھا اور ہزاروں صحابہ اسے حفظ و نقل کرتے تھے جمہور امامیہ عدم تغیّر کے معتقد ہیں۔ زیادتی کی روایات احاد میں سے ہیں جو ناقابلِ اعتبار ہیں، چنانچہ غیر موثق آدمیوں نے انہیں روایت کیا ہے"

(مصائب النواصب ۱۰۵)

سترہ ہزار آیات والی روایت کے سلسلہ میں عرض ہے کہ تعدادِ آیات کے کے سلسلہ میں خود اہلسنت میں بھی اختلاف ہے، آیت کیسے کہتے ہیں اور اس کی ابتدار و انتہا کیا ہے۔ اس میں بھی علمار اہلسنت میں اختلاف ہے، لہذا تعینِ تعدادِ آیات میں اختلاف کو اہمیت نہیں دینا چاہیئے سترہ ہزار آیات والی روایت کے بارے میں شیخ صدوق کی رائے ملاحظہ ہو، آپ فرماتے ہیں:

وحی کے ذریعہ سے قرآن کے علاوہ اتنے احکام اور نازل ہوئے ہیں کہ اگر وہ سب قرآن کے ساتھ جمع کئے جائیں تو مجموعہ کی مقدار سترہ ہزار آیتوں تک پہنچ جائے گی۔ (اعتقادیہ شیخ صدوق ص ۱۵۲ امامیہ مشن لاہور) شیخ صدوق نے اس کی بہت سی مثالیں بھی پیش کی ہیں کہ جنہیں یہاں نقل کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں

۳۔ صاحب تفسیر صافی جناب ملا فیض الکاشانی کی رائے۔

"اگر قرآنِ مجید میں کمی و زیادتی تسلیم کر لی جائے تو کچھ اشکال وارد ہوتے ہیں، اِن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب قرآن محرف و مغیّر تسلیم کر لیا جائے تو قرآنِ مجید کی کسی شئے پر بھی اعتماد نہیں رہ سکتا۔" (تفسیر صافی ص ۲۳)

۴ چار حضرات (شیخ صدوق، شریف مرتضیٰ۔ شیخ طوسی۔ طبرسی) کا تذکرہ کرتے

ہوتے کہا گیا ہے کہ یہ قرآن کو عام مسلمانوں کی طرح محفوظ اور غیر محرف مانتے ہیں لیکن شیعہ دنیا نے ان کی اِس بات کو قبول نہیں کیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اِن حضرات سے پہلے شیعہ دنیا تحریفِ قرآن کی قائل تھی۔

ان چار حضرات کے عقیدہ عدمِ تحریفِ قرآن کو تسلیم کر لینے کے بعد شیعہ اثنا عشریہ کا عقیدہ یہ بتانا کہ وہ تحریفِ قرآن کے قائل ہیں ظلم کے سوا کچھ نہیں، کیونکہ یہ چاروں ہستیاں شیعہ دنیا میں بہت بلند مقام رکھتی ہیں۔ ان چار کے علاوہ ایک اور بلند ہستی شریف مرتضیٰ کے استاد شیخ مفید کی تھی اور یہ بھی قرآن کو محفوظ اور غیر محرف مانتے تھے۔

شیعہ اثنا عشریہ کے ہاں حدیث کی چار کتابیں (اصولِ کافی، من لا یحضرہ الفقیہ تہذیب الاحکام، استبصار) وہی بنیادی مقام رکھتی ہیں کہ جو اہلسنت کے ہاں صحاح ستہ کو حاصل ہے اور شیخ صدوق ہی وہ بزرگ ہیں کہ جو ان چاروں میں سے ایک من لا یحضرہ الفقیہ کے اور شیخ طوسی وہ ہستی ہیں کہ جو اِن میں سے دو تہذیب الاحکام اور استبصار کے مؤلف ہیں۔

نام نہ بتانا اور صرف یہ کہہ دینا کہ اِن سے پہلے شیعہ دنیا تحریفِ قرآن کی قائل تھی، غیر معقول بات ہے اور یہ بات اور زیادہ غیر معقول ہے کہ شیعہ دنیا نے اِن کی اِس بات کو قبول نہیں کیا۔ وہ علماء کہ جو شیعت میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں ان کے بارے میں ایسی بات کہنا کہ شیعہ دنیا نے اِن کی بات کو قبول نہیں کیا۔ اور وہ بھی محض چند لوگوں کی آراء کی وجہ سے ظلم و زیادتی کے سوا کچھ نہیں۔

۵ اگر مختلف زمانوں میں بعض شیعہ علماء نے قرآن کے محرف ہونے کے موضوع پر کتابیں لکھی ہیں تو اِسی زمانہ میں انہوں نے اِن کی رد میں بھی کتابیں لکھی ہیں یہی صورت علامہ نوری کی فصل الخطاب کی ہے کہ اس کی مخالفت میں بہت سے

جب کہ یہ بھی دعویٰ کیا جارہا ہے کہ ہمارے زمانہ کے شیعہ علمار عام طور سے قرآن کے غیر محرف ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ یہاں پر ہم یہ بھی واضح کرتے چلیں کہ جو شیعہ علمار تحریفِ قرآن کے قائل ہیں وہ بھی کچھ کمی کے قائل ہیں، مگر اس پر سب کا اجماع ہے کہ موجودہ قرآن تمام تر اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے اور اس میں ایک حرف بھی غیر اللہ کا شامل نہیں ہے۔

ہم یہ بات اچھی طرح سے واضح کئے دیتے ہیں کہ راقم السطور نے کبھی تقیہ سے کام نہیں لیا، اور اس کتاب میں بھی ہر جگہ بڑی صاف گوئی سے کام لیا ہے اور یہاں بھی قرآن کے بارے میں شیعہ اثنار عشریہ کا عقیدہ واضح الفاظ میں بیان کئے دیتے ہیں۔

شیعہ اثنار عشریہ کا قرآن شریف کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن وہی ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ اس میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہیں ہے اور یہ اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ قرآن شریف کی موجودہ ترتیب وہ نہیں ہے کہ جس ترتیب سے رسول اللہ پر نازل ہوا تھا ـــــ یہ بدفطرت مولوی شیعہ اثنائے عشریہ پر صرف تحریف کے قائل ہونے کا الزام ہی نہیں لگاتے بلکہ یہ تاثر بھی دیتے ہیں کہ ان کے گھروں میں کوئی اور قرآن پڑھا جاتا ہے، لہٰذا ہم واضح کئے دیتے ہیں اثنار عشریہ کے ہر گھر میں وہی قرآن پڑھا جاتا ہے جو دوسرے مسلمانوں کے ہاں پڑھا جاتا ہے۔ اس میں زیر و زبر کا بھی فرق نہیں ہے۔ صرف حاشیہ کی تفسیر اور ترجمہ کی زبان کا فرق ہے، یہی فرق مسلمانوں کے دوسرے تمام فرقوں کے درمیان ہے۔

مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق غیبوں کا سال جاننے والا تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، مگر دیوبند کا فتوے باز مُلّا کہتا ہے کہ نہیں! ہم بھی جانتے ہیں خاص

طور سے شیعوں کی نیت کا حال۔

رسول اللہ کی سنت تو یہ ہے کہ جس نے کلمہ پڑھ لیا اِسے اپنے دامن میں جگہ دے دی، حالانکہ بہت سوں کی حقیقت جانتے تھے مگر قبول کیے ہوئے تھے اور بعض تو آستین کے سانپ کی طرح پل رہے تھے ـــــ مگر یہ اہلسنت کیسے ہیں کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ شیعہ اثنا عشریہ قرآن کے غیر محرف ہونے پر یقین کا اظہار کرتے ہیں انھیں کافر قرار دیتے ہیں۔

حضرت علی کے مرتب کردہ قرآن کا تذکرہ اِس طرح کیا جاتا ہے کہ گویا وہ موجودہ قرآن سے الگ کوئی شئے ہے۔ حالانکہ اس قرآن کے بارے علماء نے جو کچھ کہا ہے اِس کا خلاصہ یہ ہے۔

حضرت علی نے اپنے مصحف میں منسوخ آیات پہلے رکھیں اور ناسخ بعد میں آپ کا مرتب کیا ہوا قرآن نزول کے مطابق تھا۔ شروع میں سورہ اقراء پھر سورہ مدثر، پھر سورہ قلم اِسی طرح پہلے مکی سورتیں پھر مدنی۔

حبیب السیر جلد ۱ صفحہ ۴ کے مطابق تو علیؑ کا مرتب کردہ قرآن افادیت کے اعتبار سے بھرپور تھا۔ اِس کی عبارت ملاحظہ ہو۔

" یعنی حضرت علیؓ کا مصحف تاریخِ نزولِ آیات کی ترتیب کے مطابق تھا اس میں شانِ نزول اور اوقاتِ نزول آیات اور تاویل متشابہات مذکور تھیں ناسخ و منسوخ متعین اور عام وخاص کے ساتھ کیفیت قرأت بیان کی گئی تھی"

اس کا مطلب یہ ہوا کہ موجودہ قرآن اور حضرت علی کے مرتب کردہ قرآن کے اصل متن میں کوئی فرق نہیں ہے مگر پھر بھی یہ کہا جاتا ہے کہ شیعہ اثنائے عشریہ کا قرآن تو وہ ہے کہ جو حضرت علی کے پاس تھا اور پھر ان کی اولاد میں منتقل ہوتا ہوا حضرت امام مہدی تک پہنچا اور جب وہ ظہور فرمائیں گے تو اصل قرآن پیش کریںگے۔

اگر شیعہ اثنا عشریہ کی خطا یہ ہے کہ مندرجہ بالا صفات کے حامل اس قرآن کے وجود پر یقین رکھتے کہ جو حضرت علی نے مرتب کیا تھا تو جناب شاہ ولی اللہ دہلوی بھی اس سلسلہ میں خطا وار ہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب ازالۃ الخفا مقصد دوم میں فرمایا ہے کہ :-

و نصیب او از احیاء علوم دینہ آں است کہ جمع کرد قرآن را بحضور آنحضرتؐ و ترتیب دادہ بود آں را لیکن تقدیر مساعد شیوع آں نہ شد (ازالۃ الخفا مقصد ۲ ص ۲۷۳)

ترجمہ :- حضرت علی کا حصہ علوم دینیہ کے زندہ کرنے میں یہ بھی ہے کہ آپ نے آنحضرت کے سامنے قرآن کو جمع و مرتب کیا تھا مگر تقدیر نے اس کے شائع ہونے میں مدد نہ کی "۔

آخر میں شیعہ اثنا عشریہ کے عقیدہ قرآن کے بارے میں علمائے مصر (اہلسنت) کی رائے :-

اخوان المسلمین کے ایک مفکر سالم البھنساوی اپنی کتاب السنۃ المفتری علیہا ص ۶۰ پر لکھتے ہیں۔

" جو قرآن ہم اہلسنت کے پاس موجود ہے بالکل وہی شیعہ مساجد اور گھروں میں موجود ہوتا ہے "

ڈاکٹر محمد ابوزہرہ اپنی کتاب الامام الصادق، صفحہ ۲۹۶ میں لکھتے ہیں۔

" ہمارے امامیہ برادران باوجودیکہ وہ بعض مسائل میں اختلاف رکھتے ہیں لیکن قرآن کے بارے میں ان کا وہی نظریہ ہے جو ہر مومن کا ہے۔

شیخ غزالی اپنی کتاب دفاع عن العقیدۃ والشریعۃ ضد المطاعن المستشرقین صفحہ ۲۶۴ پر لکھتے ہیں

" میں نے محفل میں ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا کہ شیعوں کا ایک اور قرآن

ہے جو ہمارے معروف قرآن سے کم و بیش ہے، میں نے اِن سے کہا، وہ قرآن کہاں ہے؟ عالمِ اسلام تین براعظموں پر پھیلا ہوا ہے اور رسولِ اکرمؐ کی بیعثت سے لے کر آج تک چودہ صدیاں گذر چکی ہیں اور لوگوں کو صرف ایک ہی قرآن کا علم ہے، جس کا آغاز و اختتام اور سورت و آیات کی تعداد معلوم ہے۔ یہ دوسرا قرآن کہاں ہے؟ اس طویل عرصہ میں کسی انسان اور جن کو اس کے کسی ایک نسخہ پر بھی اطلاع یا آگاہی کیوں نہیں ہوئی۔ اِس سے اپنے بھائیوں اور اپنی کتاب کے بارے میں بدگمانیاں پھیلتی ہیں۔ قرآن ایک ہی ہے جو اگر قاہرہ میں چھپتا ہے تو اسے نجف اشرف اور تہران میں بھی مقدس سمجھا جاتا ہے اور اس کے نسخے ان کے ہاتھوں اور گھروں میں ہوتے ہیں۔ اس کتاب کو نازل کرنے والے اور اس کے مبلغ کے بارے میں سوائے عزت و توقیر کے کوئی اور بات اِن کے ذہن میں نہیں آتی۔ پھر ایسے بہتان لوگوں اور وحی پر کیوں باندھے جاتے ہیں' ایسے بہتان تراشنے والوں میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو یہ مشہور کرتے ہیں کہ شیعہ علی کی پیروی کرتے ہیں اور سُنی محمد کی۔ شیعوں کا نظریہ یہ ہے کہ رسالت و نبوت کے لئے علی زیادہ سزاوار تھے اور یہ غلطی سے کسی اور کے پاس چلی گئی۔"

۳۔ عقیدہ ختم نبوت سے انکار

شیعہ اثنا عشریہ کو کافر قرار دینے کی تیسری اور آخری وجہ یہ بتائی گئی کہ وہ اپنے عقیدۂ امامت کی وجہ سے ختم نبوت کے منکر ہیں۔ اس سلسلہ میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

صرف یہی نہیں کہ شیعہ اثنا عشریہ منصبِ نبوت کے تمام امتیازات اپنے بارہ اماموں سے منسوب کرتے ہیں بلکہ انہیں نبوت سے بالاتر درجات و مقامات عطا کرتے ہیں۔ یعنی یہ کہ وہ نبیوں کی طرح اللہ کی حجت ہیں معصوم ہیں

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا "اے خطاب کے بیٹے خدا کی قسم تم کو شیطان جس راستہ سے جاتے ہوئے دیکھتا ہے اس کو چھوڑ کر دوسرے راستہ سے چلنے لگتا ہے" شیطان ہی گناہ پر آمادہ کرتا ہے اور جب شیطان عمر کو دیکھتے ہی اپنا راستہ بدل دیتا ہے تو پھر آپ معصوم ہی ہوئے۔ اب دو حدیثیں اور ملاحظہ فرمایئے۔

عن النبی اللہ صلی صلوۃ فقال ان الشیطان عرض لی فشدّ علی لیقطع الصلوۃ علیٰ (صحیح بخاری پارہ ۵ صفحہ ۶۳)

ترجمہ:۔ جناب رسولِ خدا نے نماز پڑھنے کے بعد فرمایا کہ شیطان میرے پاس آیا اور اس نے میری نماز قطع کر دینے کے لئے مجھ پر حملہ کیا۔

قال ابن عباس فی امنیتہ اذا حدث القی الشیطان فی حدیثہ فیبطل اللہ مایلقی الشیطان و یحکم آیاتہ (صحیح بخاری پارہ ۱۹ صفحہ ۲۵۶)

ترجمہ:۔ ابن عباس کہتے ہیں جب رسول اللہ صلعم خدا کا کوئی حکم بیان کرتے تو شیطان اس میں اپنی بات بھی ڈال دیتا تھا۔ تب خدا یہ کرتا کہ شیطان کی ملائی ہوئی باتوں کو باطل کر دیتا اور اپنی آیتوں کو محکم کر دیتا۔

ان دونوں حدیثوں کا مطلب یہ ہوا کہ سنی حضرات کے نزدیک حضرت عمر صرف معصوم نہ تھے بلکہ ان کا درجہ رسول اللہ سے بڑا تھا۔ کیونکہ شیطان حضرت عمر کے نزدیک تو پھٹکتا نہ تھا مگر رسول اللہ کو نماز میں بھی نہیں چھوڑتا تھا اور ان پر اتنا دلیر تھا کہ حکمِ خدا بیان کرتے وقت بھی جان نہیں چھوڑتا تھا۔

سنی حضرات کے نزدیک رسول اللہ پر حضرت عمر کی فضیلت اس طرح بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ کی رائے کے خلاف اور عمر کی رائے کے مطابق وحی نازل ہوتی تھی۔ اس سلسلہ میں ابن ابی منافق کی نمازِ جنازہ پڑھانے اور اسیرانِ بدر کے معاملہ میں حضرتِ عمر کی رائے کے مطابق رسول اللہ کی رائے

کے خلاف نزولِ وحی کا تذکرہ تو خاص طور سے کیا جاتا ہے۔

سنی حضرات کے نزدیک ابوبکر بھی معصوم تھے اور جناب رسولِ خدا سے افضل تھے ملاحظہ ہوں صواعقِ محرقہ سے دو روایتیں۔

"(ابن زنجویہ کے مطابق) حضور علیہ السلام کے پاس جبرائیل علیہ السلام نے آکر اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت ابوبکر کے ساتھ مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے (برقِ سوزاں اردو ترجمہ صواعقِ محرقہ صہ ۱۲۱)

"اللہ تعالیٰ آسمان پر سے اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ ابوبکر زمین میں غلطی کرے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے کہ ابوبکر غلطی کرے۔ اس روایت کے رجال ثقہ ہیں (برقِ سوزاں صہ ۲۵۱)

ذرا غور تو فرمایئے کہ ایسے شخص کا کیا مرتبہ ہوگا کہ جس کے لئے اللہ نہیں چاہتا کہ وہ خطا کرے اور پھر اپنے رسول کو حکم دے رہا ہے کہ "وہ اس معصوم بندے سے مشورہ کرے۔ اس سے بڑھ کر ابوبکر کی عصمت پر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ خود اللہ کو یہ منظور نہیں کہ ابوبکر خطا کریں۔

اب ہم ان صفات آئمہ کی وضاحت کر رہے ہیں کہ جو بدنیتی سے پیش کی گئیں مگر شیعہ عقائد میں داخل ہیں۔

آئمہ اثنا عشریہ نبیوں کی طرح اللہ کی حجت ہیں، معصوم ہیں، واجب الاطاعت ہیں، ان پر ایمان لانا شرط ہے۔ دنیا انہی کے دم سے قائم ہے۔ کائنات کے ذرہ ذرہ پر ان کی تکوینی حکومت ہے۔ وہ دنیا و آخرت کے مالک ہیں اور اپنی موت کا وقت جانتے ہیں اور انہیں اس پر اختیار ہے۔

سب سے پہلے تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ شیعہ اپنے اماموں کو تمام انبیاء سے افضل سمجھتے ہیں سوائے خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے

لہٰذا یہ معصوم بھی ہوئے اور واجب الاطاعت بھی و شرطِ ایمان بھی ـــــ

یہ محاورہ تو عام ہے کہ یہ دنیا اللہ کے چند نیک بندوں کی وجہ سے قائم ہے تو پھر شیعہ اثنا عشریہ کا امام جسے زمین پر اللہ کی حجت سمجھا جاتا ہے اگر اس کے بارے میں بھی یہ کہا جائے کہ دنیا اِسی کے دم سے قائم ہے تو کیا حرج ہے کائنات کے ذرہ ذرہ پر ان کی تکوینی حکومت کے سلسلہ میں ہم اتنا عرض کریں گے کہ "تکوینی" اضافہ ہے رہی حکومت کی بات تو عرض ہے کہ یہ حکومت تو اہلسنت کے نزدیک اولیاء اللہ کو بھی حاصل ہے تو پھر دنیا جسے مرکز ولایت سمجھتی ہے اگر اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے تو اِس میں پریشانی کی کیا بات ہے اور پھر جب دریائے نیل حضرت عمر کا حکم بڑی خندہ پیشانی سے مان لیتا ہے (ایک سُنی روایت کے مطابق) تو پھر رسول کی آغوش کے پالے ہوئے معصوموں کو (کہ جو خاتم الانبیاء کے صحیح جانشین تھے) کا حکم کائنات کے ذرہ ذرہ کے لئے قابلِ قبول ہو سکتا ہے اور جب صورتِ حال یہ ہو تو انہیں دنیا و آخرت کا مالک کہنے میں کیا حرج ہے اور پھر موت کی کیا مجال کہ بغیر ان کی اجازت کے ان کے پیروں کو چھُو سکے۔

شیعہ اثنا عشریہ کے خلاف اس بنیاد پر کفر کا فتویٰ دینے والے دیوبندی بدمعاش یقیناً جانتے ہیں کہ اِن میں سے بیشتر صفات خود اہلسنت حضرات اولیاء اللہ سے منسوب کرتے ہیں پھر شیعہ اثنا عشریہ پر یہ عتاب کیوں؟

عیسیٰؑ ابنِ مریم کے لئے قوانین فطرت بدل سکتے ہیں تو محمدؐ و آلِ محمد کے لئے بھی بدل سکتے ہیں۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیمار کو صحت، مردے کو زندگی اور اندھے کو آنکھیں عطا کر سکتے ہیں اور یہ سب کچھ حضرت عیسیٰؑ کے لئے (اسلام کے مطابق) اللہ کی عطا تھی تو پھر اللہ کی مرضی سے خاتم الانبیاء اور ان کے

بارہ جانشینوں کو بھی کائنات پر حقِ تصرف حاصل ہو سکتا ہے اور یہ عقیدہ بھی اسلام کے مطابق ہوگا۔

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ شیعہ اپنے آئمہ کو انبیاء سے افضل کیوں سمجھتے ہیں تو اس کا ایک سیدھا سا جواب رسولؐ کی اس حدیث میں مل جاتا ہے کہ جس کے مطابق رسولؐ اللہ نے اپنی اُمت کے علماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء سے افضل قرار دیا ہے اگر قلب سیاہ نہ ہوں تو بات بالکل صاف ہے کہ اگر اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء سے افضل ہو سکتے ہیں تو بابِ شہر علم خاتم الانبیاء اور اس کی معصوم اولاد جو کہ خاتم الانبیاء کے اصل وارث و جانشین ہیں تمام انبیاء و رُسل سے (سوائے خاتم الانبیاء کے) کیوں افضل قرار نہیں دیئے جا سکتے۔

عقل بھی اِسی بات کا تقاضا کرتی ہے کہ یہ مانا جائے کہ خاتم الانبیاء کے اوصیاء جو کہ اس آخری پیغام کے امین تھے جو رہتی دنیا تک کے لئے تھا ان پیغمبروں سے افضل ہوں کہ جن کا پیغام ایک محدود وقت اور محدود علاقہ کے لئے تھا۔

اگر ذہن کو شیطنت سے پاک کر کے عقیدۂ امامت کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو اس عقیدہ کی وجہ سے شیعہ اثنا عشریہ پر عقیدہ ختمِ نبوت کے انکار کے الزام کی گنجائش باقی نہ رہے گی۔

شیعہ اثنا عشریہ کے نزدیک امام وہ ہے کہ جو خدا کی جانب سے اپنے رسول کی نیابت کے لئے مقرر کیا گیا ہو اور یہ نیابتِ رسول درحقیقت زمین پر خلافتِ الٰہی ہے اور یہ زمین خلیفۃ اللہ سے کبھی خالی نہیں رہ سکتی۔
نبی اور امام کے تقرر میں صرف اتنا فرق ہے کہ نبی کو اللہ براہِ راست

منتخب کرتا ہے اور نبی کے جانشین یعنی امام کو نبی کے ذریعہ منتخب کرتا ہے اور امام کو پہچاننا شرط ہے۔ حدیث رسولؐ ہے کہ :-

من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ

یعنی جو شخص مرگیا اور اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا

اثنا عشریہ کے نزدیک امام میں بھی وہ تمام صفتیں ہونا چاہییں جو نبی میں تھیں ورنہ وہ حقِ نیابت ادا نہ کرسکے گا۔ اس کی حیثیت صرف پاسبانِ شریعت کی سی ہوتی ہے وہ کوئی نئی شریعت نہیں لاتا۔

حضرتِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلمِ قرآن و شارعِ اسلام تھے۔ آنحضرت کی وفات کے بعد صرف قرآن کافی نہیں تھا لہٰذا ایک معلمِ قرآن اور پاسبانِ شریعتِ اسلام کی ضرورت تھی تاکہ وہ قرآن کو حدیثِ رسولؐ کی روشنی میں بندوں تک پہنچا سکے اور شریعت میں ردّ و بدل نہ ہونے دے چنانچہ حضرت علی ابنِ ابی طالب کہ جو سیرت و کردار میں اپنے بھائی محمد مصطفےٰ کی طرح تھے اور آنحضرتؐ نے انھیں اپنا پورا علم عطا فرما کر شہر علمِ رسالت کا دروازہ قرار دیا تھا اور وفاتِ رسولؐ کے وقت وہی اِس ذیل تھے کہ جو نیابتِ رسولؐ کا حق ادا کرسکیں۔ چنانچہ رسولِ خدا نے حکمِ خدا کے مطابق حضرت علی ابنِ ابی طالب کو اپنا خلیفہ اور امت کا امام "مَن کنت مولا فھٰذا علی مولا" کہہ کر بنایا اور یہی سلسلہ حکمِ خدا کے مطابق علیؑ اور فاطمہؑ بنت رسولؐ کی نسل میں صاحبانِ عصمت و طہارت میں منتقل ہوتا رہا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ آئمہ اہلِ بیت تمام صفات میں خاتم الانبیاءؐ ہی کی طرح تھے۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اِن کی صفاتِ حمیدہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی حیا تھیں۔ مثل مشہور ہے کہ بیٹا وہی بیٹا ہے کہ جو باپ کے نقشِ قدم پر چلے۔ ہو بہو باپ کی تصویر ہو۔ چنانچہ خاتم الانبیاء کی ہمسری سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ شیعہ صرف برائے نام ختمِ نبوت کے قائل ہیں ——

آئمہ اثنا عشریہ کی یہ صفات حقِ نیابت ادا کرنے کے لئے لازم و ضروری تھیں —— مزید براں یہ آئمہ خاتم الانبیاء کی طرح نہ تو صاحبِ شریعت تھے اور نہ ہی انھیں شریعتِ محمدی میں کسی قسم کے تغیر و تبدل کا حق حاصل تھا۔ یہ حرامِ محمد کو ہمیشہ کے لئے حرام اور حلالِ محمد کو ہمیشہ کے لئے حلال سمجھتے تھے۔ یہ حضرت معلمِ قرآن، شارعِ اسلام (اقوالِ رسول کی روشنی میں) اور پاسبانِ شریعتِ محمدی تھے —— تو پھر اب کس بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ شیعہ اثنا عشریہ، قادیانیوں کی طرح ختمِ نبوت کی حقیقت کے منکر ہیں اور صرف نام کا فرق ہے یعنی نبی کے بجائے امام کہتے ہیں۔

یہ کتنی ناحق شناس اور جاہل قوم ہے کہ خود تو رسول کی آنکھ بند ہوتے ہی مسندِ خلافت پر ناجائز قبضہ جمانے والوں اور شریعتِ محمدی میں تغیر و تبدل کرنے والوں اور حرامِ محمد کو حلال کرنے اور حلالِ محمد کو حرام کرنے والوں کو اپنا خلیفہ اور ضرورتِ دین سمجھتی ہے اور اِن آئمہ کے ماننے والوں کو جو ہمیشہ شریعتِ محمدی کے پاسبان بنے رہے اور انھوں نے شریعت میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں کی، کو کافر کہا جاتا ہے۔

تم بڑی بے شرمی سے شیعہ اثنا عشریہ کو ختمِ نبوت کا منکر قرار دے رہے ہو، حالانکہ تم تحریکِ ختمِ نبوت میں شیعوں کے کردار سے اچھی طرح واقف ہو۔ تحریکِ ختمِ نبوت میں ہر جگہ شیعہ علماء تمہارے بزرگوں کے شانہ بشانہ نظر آتے ہیں، مگر تم بھول گئے تم نے کل کی باتیں بھلا دیں۔ تم چودہ سو برس پہلے کی باتیں کیا یاد رکھو گے مگر ہمیں

ہر چیز یاد ہے۔ کل کی بھی اور چودہ سو سال پہلے کی بھی۔

تحریکِ ختمِ نبوت میں پہلا نام علامہ السید علی الحائری مرحوم (شیعہ) اور علامہ مرزا یوسف حسین مرحوم (شیعہ) کا ہے۔ علامہ مرزا یوسف حسین نے قادیانیوں کے مشہور مناظر ابوالعطا اور دوسرے قادیانیوں سے فیروز پور میں مناظرہ کیا اور انہیں شکستِ فاش دی۔ اس مناظرہ کی روداد شائع ہو چکی ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد مجلسِ عمل تحریکِ ختمِ نبوت میں علامہ حافظ کفایت حسین (شیعہ) نائب امیر تھے جب کہ مولانا ابوالحسنات امیر تھے۔ ان کی وفات کے بعد مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے منصب امارت سنبھالا تو حافظ صاحب نائب امیر رہے اور جناب مظفر علی شمسی (شیعہ) اور مولانا سید اظہر حسین زیدی (شیعہ) مرکزی رکن رہے۔ علامہ حافظ کفایت حسین کی وفات کے بعد جناب مظفر علی شمسی نائب امیر منتخب ہوئے، جب کہ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کے بعد شیخ الحدیث مولانا سید محمد یوسف بنوری مرحوم امیر ہوئے۔

۱۹۷۴ء میں جو قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی۔ اس وقت مولانا یوسف بنوری قائد تحریک تھے اور جناب مظفر علی شمسی ان کے شانہ بشانہ تھے۔ مرکزی ارکان میں جناب علی غضنفر کراروی (شیعہ) اور مولانا ملک مہدی حسن (شیعہ) شامل تھے۔

مولانا محمد اسمٰعیل دیوبندی ضلع فیصل آباد سے اور مولانا محمد حسین نجفی سرگودھا سے شیعوں کی قیادت کر رہے تھے، جب بھی کوئی خصوصی کنونشن یا ملک گیر اجلاس ہوتا مولانا اسمٰعیل صفِ اوّل کے مقررین میں نظر آتے اور یہی شیعہ عالم مولانا اسمٰعیل دیوبندی قومی اسمبلی میں بڑی گھن گرج کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ ہوا یہ کہ جب قادیانی مسئلہ قومی اسمبلی میں پیش کیا گیا تو بریلوی مسلک کی نمائندگی مولانا

شاہ احمد نورانی نے کی اور دیوبندیوں کی طرف سے مفتی محمود پیش ہوئے اور اہلِ حدیث کی طرف سے جناب معین الدین لکھوی پیش ہوئے۔ کیونکہ قومی اسمبلی میں صرف ممبران ہی تقریر کر سکتے تھے اور وہاں کوئی شیعہ عالم دین ممبر نہ تھا۔ لہٰذا جناب سید عباس حسین گردیزی ایم این اے سے شیعہ نمائندگی کے لئے کہا گیا، مگر گردیزی صاحب نے اپنی جگہ کسی شیعہ عالم دین کو پیش کرنے کی اجازت چاہی چنانچہ اجازت ملنے پر آپ نے جناب مظفر علی شمسی کے مشورے سے مولانا محمد اسمٰعیل کو پیش کیا۔

مولانا محمد اسمٰعیل دیوبندی اپنی روایت کے مطابق کتابوں کا ڈھیر لئے گردیزی صاحب کے ہمراہ اسمبلی ہال میں داخل ہوئے۔ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں اعلان ہوا کہ شیعہ نمائندہ آگیا ہے۔ اب وہ شیعہ نقطۂ نظر سے ردِ مرزائیت میں دلائل پیش کرے گا۔ چنانچہ مولانا موصوف اسپیکر کی اجازت سے کھڑے ہوئے اور خطبہ پڑھنا شروع کیا تو ہال پر سناٹا چھا گیا۔ خطبہ کے بعد مولانا نے اصل موضوع پر بولنا شروع کیا۔ سارا دن مولانا ہی کے لئے تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنی تقریر ۹ بجے صبح شروع کر کے ۴ بجے شام کو ختم کی۔ ذرا غور تو کیجئے کہ علی کے اس غلام نے بولتے بولتے صبح سے شام کر دی۔ اس دوران اس نے کیسی کیسی دلیلیں دی ہوں گی، کیا کچھ نہ کہا ہوگا۔

اب ہم اِن بے حیا اور محسن کش فتوے بازوں سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے بزرگ عطاء اللہ بخاری اور تمہارے پیر مرشد مولانا یوسف بنوری (کہ جن کے نام پر جمشید روڈ کراچی پر تم نے ایک مسجد قائم کر رکھی ہے) نے شیعہ علماء کو تحریکِ ختمِ نبوت میں مؤثر نمائندگی اور اہم عہدے دیئے تو تمہیں اب شیعہ اثنا عشریہ کو ختمِ نبوت کا منکر قرار دیتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی اور جب مولانا

اسمعیل شیعہ نقطۂ نظر سے مرزائیت کے خلاف بول رہے تھے تو کیا کسی مرزائی نمائندہ نے یہ کہا تھا کہ حضور آپ تو خود ختم نبوت کے منکر ہیں آپ کس منہ سے ہمارے خلاف بول رہے ہیں۔ یقیناً تم اس قسم کی کوئی بات نہیں پیش کر سکتے اور اب ہم آخری بات تمہیں بتادیں کہ شیعہ اثنا عشریہ کے کلمہ اور اذان میں ختم نبوت کا اعلان شامل ہے۔ محمد رسول اللہ کے فوراً بعد علی ولی اللہ کہہ کر یہ بتا دیا جاتا ہے کہ اب نبوت ختم ہوئی اور ولایت کا سلسلہ شروع ہوا۔

فتویٰ تکفیر

اقرار کے شیعت نمبر اور بنیات میں شیعہ اثنا عشریہ کے خلاف کفر کے فتووں کا انبار لگا ہوا ہے۔ اس میں عالم اسلام اور ہند و پاک کے قدیم و جدید ملاؤں کے فتوے ہیں۔ ان سب فتووں کو اس مختصر سی کتاب میں پیش کرنا نہ تو ممکن ہے اور نہ ضروری، کیونکہ سب نے ایک ہی راگ الاپا ہے۔ ہم یہاں صرف پاکستانی ملاؤں کے فتووں کا عکس پیش کر رہے ہیں تاکہ لوگ ان سے واقف ہو جائیں اور اس بات کو سمجھ لیں کہ یہ وہی گروہ ہے کہ جو پورے پاکستان میں فرقہ وارانہ آگ بھڑکانا چاہتا ہے اور اس کوشش میں برسوں سے لگا ہوا ہے۔ اسی گروہ نے ۱۹۸۳ء میں یہ آگ کراچی میں بھڑکائی تھی جس کا سلسلہ مہینوں جاری رہا تھا۔

دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

الجواب باسمہ تعالیٰ

فاضل مستفتی نے شیعہ اثنا عشریہ کے جن حوالہ جات کا ذکر کیا ہے وہ ہم نے شیعہ کتابوں میں خود پڑھے ہیں۔ بلکہ ان سے بڑھ کر شیعوں کی کتابوں میں ایسی عبارات صاف صاف موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ

الف: وہ تمام جماعت صحابہ کو مرتد و منافق سمجھتے ہیں یا ان مرتدین کے حلقہ بگوش۔

ب: وہ قرآن کریم کو (جو امت کے ہاتھوں میں موجود ہے) بعینہ اللہ تعالیٰ کا نازل

کردہ نہیں سمجھتے بلکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اصل قرآن جو خدا کی طرف سے نازل ہوا تھا وہ امام غائب کے پاس غار میں موجود ہے اور موجودہ قرآن (نعوذ باللہ) محرف ومبدل ہے اس کا بہت سا حصہ (نعوذ باللہ) حذف کردیا گیا ہے بہت سی باتیں اپنی طرف سے ملادی گئی ہیں۔ قرآن شریف ضروریات دین میں سب سے اعلیٰ وارفع چیز ہے اور شیعہ بلا اختلاف ان کے متقدمین اور متاخرین سب کے سب تحریف قرآن کے قائل ہیں اور ان کی کتابوں میں زائد از دو ہزار روایات تحریف قرآن کی موجود ہیں جن میں پانچ قسم کی تحریف بیان کی گئی ہے ۱۔ کمی ۲۔ بیشی ۳۔ تبدل الفاظ ۴۔ تبدل حروف ۵۔ تبدل ترتیب سورتوں، آیتوں اور کلمات میں بھی۔

"اصول کافی" اور اس کا تتمہ الروضہ، ملا باقر مجلسی کی کتابوں، "جلاء العیون" "حق الیقین" "حیات القلوب" "زاد المعاد" نیز حسین بن محمد تقی النوری الطبرسی کی کتاب "فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب" (جو ۲۹۸ صفحات پر مشتمل ہے) میں قرآن کریم کا محرف ہونا ثابت کیا گیا ہے

مولف مذکور طبرسی نے بزعم خود بے شمار روایات سے قرآن کریم کی تحریف ثابت کی ہے

ج۔ قادیانیوں کی طرح وہ لفظی طور پر ختم نبوت کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں، لیکن انھوں نے نبوت محمدیہ کے مقابلہ میں ایک متوازی نظام عقیدہ امامت کے نام سے تصنیف کرلیا ہے۔ ان کے نزدیک امامت کا ٹھیک وہی تصور ہے جو اسلام میں نبوت کا تصور ہے چنانچہ امام نبی کی طرح منصوص من اللہ ہوتا ہے، معصوم ہوتا ہے، مفترض الطاعۃ ہوتا ہے، ان کو تحلیل وتحریم کے اختیار ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ بارہ امام تمام انبیاء کرام سے افضل ہیں۔

(اصول کافی۔ تفسیر مقدمہ مراۃ الانوار)

ان عقائد کے ہوتے ہوئے اس فرقہ کے کافر اور خارج از اسلام ہونے میں کوئی شک نہیں رہ جاتا صرف انہی تین عقائد کی تخصیص نہیں بلکہ بغور نظر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ شیعیت اسلام کے مقابلہ میں بالکل ایک الگ اور متوازی مذہب ہے جس میں کلمہ طیبہ سے لے کر میت کی تجہیز وتکفین تک تمام اصول وفروع اسلام سے الگ ہیں۔ اس لئے شیعہ اثنا عشریہ بلاشک وشبہ کافر ہیں علماء امت نے اثنا عشریہ شیعوں کو ہر زمانہ میں کافر قرار دیا۔ البتہ

(۱) اس فتویٰ کی اشاعت نہیں ہوئی

(۲) تقیہ اور کتمان کے دبیز پردوں میں شیعہ مذہب چھپا رہا۔

(۳) خمینی صاحب کے آنے کے بعد شیعہ اثنا عشریہ نے بین الاقوامی طور پر وجوہ ثلاثہ سابقہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے مذہب کی خوب اشاعت کی، خمینی صاحب خود کو امام غائب کا نمائندہ سمجھتے ہیں اور اپنا حق سمجھتے ہیں کہ مذہب شیعہ کی اصلی طور پر بلا کتمان اشاعت ہو اس لئے اب صورتحال مختلف ہوگئی۔

فاضل مستفتی نے بڑی محنت سے استفتاء مرتب کیا ہے اور اس سے یہ واضح ہو

جاتا ہے کہ تقریباً ہر دور میں شیعہ اثنا عشری کو کافر قرار دیا گیا ہے اس استفتار کی تحریر کردہ عبارتوں کے بعد جواب استفتار کے لئے مزید عبارت کی ضرورت نہیں ۔

تصدیقات علمائے پاکستان

[پاکستان کے کئی ممتاز علمار کرام نے حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی رئیس دار الافتار جامعۃ العلوم الاسلامیہ، و مفتی اعظم پاکستان کے اسی فتوے پر اپنے تصدیقی دستخط ثبت فرمائے ہیں۔ ان حضرات کے دستخط ذیل میں نقل کئے جا رہے ہیں]

عبدالستار تونسوی عفی عنہ صدر تنظیم اہلسنت پاکستان

محمد یوسف لدھیانوی عفا اللہ عنہ، مدیر ماہنامہ "بینات" جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

سلیم اللہ خاں مہتمم و صدر المدرسین و شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

نظام الدین شامزئی خادم دار الافتار جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

محمد عادل جامعہ فاروقیہ فیصل کالونی کراچی

محمد اکمل غفرلہٗ مفتی دار الافتار جیکب لائن کراچی ۶ ربیع ۱۴۰۹ھ

غلام محمد مفتی جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی ۲ کراچی

فدار الرحمٰن مہتمم جامعہ انوار القرآن نارتھ کراچی

سیف الرحمٰن عفی عنہٗ نائب مہتمم جامع العلوم ضلع بہاولپور

محسن الدین احمد عفا اللہ عنہٗ، مؤسس مدرسہ شرعیہ عالیہ ۔ بہاولپور

(مقیم) حال ۱۳۰ بنگشال روڈ ڈھاکہ ۔ بنگلہ دیش

عبدالقیوم محمد عبدالرزاق

محمد نعیم مہتمم جامعہ بنیدیہ کراچی ۱۶

فتویٰ حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وبہ نستعین

اہل قبلہ کی تکفیر میں علمار حق غایت درجہ کی احتیاط سے کام لیتے ہیں لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اہل قبلہ میں سے جو فرقہ بھی ضروریات دین کا منکر ہو وہ قطعی کافر ہے خواہ وہ اپنے ایمان و اسلام کا کتنے ہی زور شور سے دعویٰ کرتا ہے۔ فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے عقائد کے بارے میں فاضل علام حضرت مستفتی مولانا محمد منظور نعمانی اطال اللہ بقارہ وعم فیوضہ نے جس تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے اور ان کی مستند کتابوں کے جس کثرت سے حوالے پیش کئے ہیں ان کے مطالعہ کے بعد خواص تو کیا عوام کو بھی اس فرقہ ضالہ کے خارج از اسلام ہونے میں شک نہیں ہو سکتا ہے

بھلا جو فرقہ ختم نبوت کا قائل نہ ہو اپنے ائمہ کو نبی کا درجہ دے انھیں معصوم سمجھے ان کی اطاعت کو تمام انسانوں پر فرض قرار دے۔ اور ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ ان پر وحی باطنی ہوتی ہے اور وہ انبیاء اولوالعزم سے بھی افضل ہیں۔ قرآن کریم محرف و مبدل ہے اصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو بہ نص قرآن خیر امت ہیں اور جن کی جاں نثاری وجاں فروشی سے اسلام برپا ہوا اور دین اب تک باقی رہا ان ہی کو مرتد اور کافر کہے اور ان پر سب وشتم اور تبرا کو نہ صرف حلال بلکہ کار ثواب سمجھے۔ ایسا فرقہ لاکھ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اس کو اسلام و ایمان اور قرآن و نبی علیہ الصلاۃ و السلام سے کیا تعلق؟ بقول شاعر

دشنام بمذہبے کہ طاعت باشد مذہب معلوم واہل مذہب معلوم

یاد رہے کہ تقیہ کے دبیز پردے اور اس فرقہ کی کتابوں کی اشاعت نہ ہونے کے باعث عام طور پر ہمارے علماء گذشتہ دور میں ان کے معتقدات سے بے خبر رہے لیکن اب جبکہ ان کی مستند کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں ان کا کفر واضح ہو چکا ہے۔ پہلے بھی جبکہ اس فرقہ کی تصانیف علماء حق کی دسترس سے باہر تھیں جن اکابر علماء نے ان کے افکار و نظریات پر کام کیا ہے ان کے کفر و زندقہ کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ فاضل مستفتی دامت برکاتہم نے استفتاء میں ان حضرات علماء کی تصریحات اس سلسلے میں نقل فرما دی ہیں جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

دارالافتاء والارشاد، کراچی

الجواب باسم ملہم الصواب

شیعہ بلاشبہ کافر ہیں، ان کے کفر میں ذرا سے تامل کی بھی کوئی گنجائش نہیں، ان کی کتابیں کفریات سے لبریز ہیں، جن میں سب سے بڑی وجہ تکفیر عقیدہ تحریف قرآن ہے، جو ان کے ہاں متواترات و مسلمات میں سے ہے، اس مذہب کا جاہل سے جاہل ہر ہر فرد ہر مرد و عورت بلکہ ہر بچہ یہی عقیدہ رکھتا ہے، ان کے گھروں میں جو بچہ بھی جیسے ہی ہوش سنبھالتا ہے اس کے دل و دماغ میں مذہب کا یہ بنیادی عقیدہ زیادہ سے زیادہ راسخ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے، ان کا چھوٹا بڑا ہر فرد اسے جزء ایمان بلکہ مدار ایمان سمجھتا ہے، میں یہ بات کئی شہادتوں کے بعد پورے یقین کے ساتھ کہہ رہا ہوں۔

اگر کوئی شیعہ عقیدہ تحریف قرآن سے انکار کرتا ہے تو وہ بطور تقیہ ایسا کرتا ہے اس کی کئی مثالیں خود انھیں کی کتابوں میں موجود ہیں، جب ان پر ان کی کتابیں پیش کی جاتی ہیں تو جواب دیتے ہیں کہ ہم میں سے ہر شخص مجتہد ہے، اس لئے جس مصنف نے تحریف قرآن کا قول کیا ہے وہ اس کا اپنا اجتہاد ہے جو ہم پر حجت نہیں، ایسی صورت میں ان کے تقیہ کا پول کھولنے کے دو طریقے ہیں:

۱۔ عقیدہ تحریف قرآن "اصول کافی" میں بھی موجود ہے اور اس کتاب کے بارے میں شیعہ کا یہ عقیدہ ہے کہ امام مہدی نے اس کی تصدیق کی ہے۔ یہ لوگ

امام مہدی کی تصدیق اس کتاب کے ٹائٹل کی پیشانی پر چھاپتے ہیں، اور ان کے عقیدہ کے مطابق امام غلطی سے معصوم اور عالم الغیب ہوتا ہے، اس لئے " اصول کافی " کے فیصلہ سے انکار کرنا امام کی عصمت اور اس کے علم غیب سے انکار کرنا ہے۔

۲۔ ان کے جن مصنفین اور مجتہدین نے تحریف قرآن کا قول کیا ہے یہ ان سب کو کافر کہیں اور ایسی تمام کتابیں جلا ڈالیں، اپنے اس قول وعمل کا اخباروں میں اشتہار دیں میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ دنیا میں کوئی شیعہ بھی اس پر آمادہ نہیں ہو سکتا، جو چاہے اس کا تجربہ کر کے دیکھ لے، کیا اس کے بعد کسی کو اس حقیقت میں کسی قسم کے تامل کی کوئی گنجائش نظر آسکتی ہے کہ بلا استثناء شیعہ کا ہر فرد کافر ہے۔

شیعہ کا کفر دوسرے کفار سے بھی زیادہ خطرناک ہے، اس لئے کہ یہ بطور تقیہ مسلمانوں میں گھس کر ان کی دنیا و آخرت دونوں برباد کرنے کی تگ ودو میں ہر وقت مصروف کار رہتے ہیں، اور اس میں کامیاب بھی ہو رہے ہیں، اللہ تعالیٰ سب اہل اسلام کو ان کا دجل وفریب سمجھنے کی فہم عطا فرمائیں، اور ان کے شر سے حفاظت فرمائیں ان کے مذہب کی تفصیل میری کتاب " حقیقت شیعہ " میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالرشید رئیس دارالافتاء والارشاد۔ ناظم آباد۔ کراچی ۲ / صفر ۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح عبدالرحیم نائب مفتی دارالافتاء والارشاد ۱۶ / صفر ۱۴۰۸ھ

فتویٰ مولانا حافظ صلاح الدین یوسف صاحب

مدیر ہفت روزہ الاعتصام لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء میں شیعہ اثنا عشریہ کے جو عقائد تفصیل سے خود ان کی مستند کتابوں سے نقل کئے گئے ہیں جن کی رو سے شیعوں کے نزدیک

• قرآن کریم محرف ہے اور اس میں ہر قسم کی تبدیلی کی گئی ہے۔

• صحابہ کرام (نعوذ باللہ) منافق اور مرتد ہیں بالخصوص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شیطان سے بھی زیادہ خبیث اور سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہیں اور جہنم میں سب سے زیادہ عذاب بھی انہی کو مل رہا ہے اور ملے گا۔

• ان کے بارہ امام نبیوں کی طرح نہ صرف معصوم ہیں بلکہ انبیائے سابقین سے افضل ہیں۔ نیز " امامت " نبوت سے افضل ہے۔ علاوہ ازیں ائمہ کو کائنات میں تکوینی تصرف کرنے کے اختیارات حاصل ہیں اور وہ علم ما کان وما یکون ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

ان مذکورہ عقائد میں سے ہر ایک عقیدہ کفریہ ہے۔ کوئی ایک عقیدہ بھی ان کی تکفیر کے لئے کافی ہے چہ جائیکہ ان کے عقائد مجموعۂ کفریات ہوں۔ بنا بریں مذکورہ عقائد کے حامل شیعہ حضرات کو قطعاً مسلمان نہیں سمجھا جا سکتا۔ اگر وہ مسلمان ہیں تو اس کا مطلب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت تمام اہلسنت کی تکفیر ہوگا۔ شیعہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل سنت کے

بارے میں مذہبی رائے رکھتے ہیں کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ لیکن کیا اہل سنت کے عوام و
خواص کو شیعوں کی اس رائے سے اتفاق ہے؟ اگر نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو
پھر ایسے کفریہ عقائد کے حامل شیعوں کو مسلمان سمجھنا بھی کسی لحاظ سے صحیح نہیں۔ اہل
سنت اس نکتے کو جتنی جلد سمجھ لیں ان کے حق میں بہتر ہوگا

وما علینا الا البلاغ

حافظ صلاح الدین یوسف

ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۷ رجون ۱۹۸۰ء

جامعہ ابراہیمیہ سیالکوٹ

شیعہ اثنا عشریہ رافضیہ کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ کیونکہ یہ غالی فرقہ
ان مسائل کا انکار کرتا ہے، جو قطعی الثبوت، قطعی الدلالت اور ضروریات دین میں سے ہیں
جس کی مختصر سی تشریح یوں ہے کہ:۔

دین کے مسائل دو قسم کے ہوتے ہیں ا۔

البتہ قطعیات محضہ جو شہرت میں اس درجہ کو نہیں پہنچے ان کا انکار اگر بے خبری کی بنا
پر کیا جائے تو کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ بلکہ اسے سمجھایا جائے گا کہ اس کا انکار کفر ہے
اگر پھر بھی وہ انکار پر قائم رہے تو کفر کا حکم اس پر صادر کیا جائے گا۔

شیعہ اثنا عشریہ رافضیہ چونکہ موجودہ قرآن کا انکار کرتے ہیں۔ جو ضروریات دین
میں سے ہے۔ اور خلافت راشدہ کا بھی انکار کرتے ہیں جس پر امت کا اجماع ہے۔ اور
اسی طرح صحابہ کرام کا انبیاء کے بعد تمام انسانوں سے افضل و اعلیٰ اور عدل و ثقہ ہونا
اور اللہ تعالیٰ کا ان سے راضی ہونا۔ اور ان کے لئے جنت کی خوشخبری کا بھی انکار کرتے ہیں
جو قرآن و حدیث کی نصوص سے ثابت ہونے کی بنا پر قطعیات اسلام میں سے ہے

نیز صحابہ کرام کے متعلق تو یہ بدترین عقیدہ رکھتے ہیں کہ معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی وفات کے بعد سوائے تین حضرات (مقداد بن اسود، سلمان فارسی، عمار بن
یاسر) کے باقی تمام کے تمام صحابہ دین چھوڑ کر اللہ اور رسول کے بے وفا ہوگئے تھے۔ لہٰذا
یہ فرقہ مذکورہ کفریہ عقائد کی بنا پر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

محمد علی جانباز خادم جامعہ ابراہیمیہ
سیالکوٹ۔ (مہر جامعہ ابراہیمیہ سیالکوٹ)

جوابِ فتویٰ

منظور نعمانی خود بھی دیوبندی حنفی ہے اور زیادہ تر فتوے باز بھی حنفی المسلک ہیں مگر شیعہ اثنا عشریہ کے بارے امام ابوحنیفہ کی کوئی رائے نہیں پیش کی گئی اور اگر پیش کی گئی ہے تو امام مالک اور امام ابن تیمیہ کی۔ وجہ صرف یہ ہے کہ ابوحنیفہ کی رائے منظور نعمانی کی مرضی کے خلاف ہے ملاحظہ ہو کہ شرح فقہ اکبر ابوحنیفہ میں ہے:

"جو کفر سے متعلق ہے اگر اس میں ۹۹ احتمالات کفر کے ہوں اور ایک احتمال یہ ہو کہ اس کا مقصد کفر نہیں ہے تو مفتی اور قاضی کے لئے اولیٰ یہی ہے کہ وہ اِس احتمال پر فتویٰ دے کیونکہ ایک ہزار کافروں کو اسلام میں رکھ لینا آسان ہے لیکن ایک مسلمان کو اسلام سے خارج کرنے کی غلطی بہت اشد ہے۔"

عقیدہ طحاویہ میں امام طحاوی نے ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں سے منقول عقائد بیان کئے ہیں۔ چنانچہ عقیدہ طحاویہ میں ہے۔

"بندہ خارج از ایمان نہیں ہوتا مگر اس چیز کے انکار سے جس کے اقرار نے اِسے داخل ایمان کیا تھا۔"

ملاحظہ ہو کہ ابوحنیفہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر ایک فیصد بھی یہ احتمال ہو کہ اس کا مقصد کفر نہیں تو اس ایک فیصد احتمال پر فتویٰ دینا چاہیئے مگر یہ دیوبندی حنفی شیعہ اثنا عشریہ کے خلاف تحقیق کر کر کے کفر کی وجہیں دریافت کر رہے ہیں

ڈھونڈ ڈھونڈ کر دلیلیں لا رہے ہیں کہ تم تحریفِ قرآن کے قائل ہو، ہر شیعہ عالم قولاً عملاً ثابت کر رہا ہے کہ ہم تحریف کے قائل نہیں ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ تم جھوٹ بولتے ہو تقیہ کرتے ہو —— جب یہ عقیدۂ امامت کی وجہ سے شیعہ کو ختمِ نبوت کا منکر قرار دیتے ہیں تو شیعہ کہتے ہیں کہ ہمارے تو کلمہ میں ختمِ نبوت کا عقیدہ شامل ہے اور ہم تو عملاً تحریکِ ختمِ نبوت میں عام مسلمانوں کے ساتھ شریک رہے ہیں مگر یہ دیوبندی کسی بات کو نہیں مانتے اور اپنے امام ابوحنیفہ کے قول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شیعہ اثنا عشریہ کو کافر قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں ——

یہ کہتے ہیں کہ تم صحابہ کی تکفیر کرتے ہو لہٰذا خارج از ایمان ہو، مگر ان کے امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ بندہ صرف اِسی وقت خارج از ایمان ہے جب وہ اس بات کا انکار کرے جس کے اقرار نے اِسے داخلِ ایمان کیا ہو —— اور یہ بات یقینی ہے کہ صحابہ کے ایمان کا اقرار کسی کو داخلِ ایمان نہیں کرتا۔

منظور نعمانی شیعہ اثنا عشریہ کو کافر قرار دینے کے لئے امام مالک اور امام ابنِ تیمیہ کی آراء پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام مالک کی رائے ہے کہ صحابہ پر سب و شتم کرنے والا کافر ہے۔ اور ابنِ تیمیہ کی رائے کہ تین فقہا کی رائے کے حوالہ سے پیش کرتے ہیں۔

١۔ اگر صحابہ کی شان میں گستاخی جائز سمجھ کر کی جائے تو ایسا کرنے والا کافر ہے اور اگر ایسے ہی بک دیا جائے تو سخت گناہ ہے اور ایسا شخص فاسق ہو گا۔

٢۔ صحابہ کی شان میں گستاخی کرنے والا سزائے موت کا مستحق ہو گا۔

٣۔ جو صدیقِ اکبر کی شان میں گالی بکے وہ کافر ہے اور اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے۔

منظور نعمانی صاحب بھی دوسرے دیوبندیوں کی طرح امام ابوحنیفہ کے

پیروکار ہیں انھیں صحابہ کی شان میں گستاخی کرنے والے کے بارے بھی ابوحنیفہ ہی کے فتوے کو ماننا چاہیئے اور ابوحنیفہ کا فتویٰ "عقیدہ طحاویہ" کے مطابق یہ ہے

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب کو محبوب رکھتے ہیں ان میں سے کسی کی محبت میں حد سے نہیں گذرتے اور نہ کسی سے تبرا کرتے ہیں اِن سے بغض رکھنے والے اور برائی کے ساتھ ان کا تذکرہ کرنے والے کو ہم ناپسند کرتے ہیں" ـــــــ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابوحنیفہ کے نزدیک صحابہ سے بغض رکھنے اور ان کی برائی کرنے والا کافر نہیں ہے بلکہ صرف ناپسندیدہ شخص ہے، ہو سکتا ہے کہ انھوں نے یہ بھی مصلحتاً کہا ہو ـــــ ہمیں ایک روایت ایسی بھی ملتی ہے کہ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے دل میں خود بھی حضرت حضرت عمر کا کوئی احترام نہ تھا۔ علامہ شبلی نعمانی کہ جو ایک سُنی عالم اور بڑے پائے کے مؤرخ تھے اپنی کتاب سیرت النعمان میں ایک واقعہ لکھتے ہیں۔

" امام صاحب کے محلہ میں ایک پنہارا رہتا تھا جو نہایت متعصب شیعہ تھا اس کے پاس دو خچر تھے۔ ایک کا نام ابوبکر اور دوسرے کا نام عمر رکھا تھا اتفاق سے ایک خچر نے دوسرے خچر کے لات ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور اسی صدمے سے وہ مر گیا۔ محلہ میں اس کا چرچا ہوا۔ امام صاحب نے سُنا تو کہا۔ دیکھنا اس خچر نے مارا ہوگا جس کا نام اس نے عمر رکھا تھا۔ لوگوں نے دریافت کیا تو واقعی ایسا ہی ہوا تھا۔ (سیرۃ النعمان ص ۱۲۹ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)

یہ محض اتفاق تھا کہ ابوحنیفہ کی بات سچ نکلی، مگر یہ بات یقیناً قابلِ غور ہے ان کے ذہن میں یہ بات آئی کیسے کہ لات مارنے والا عمر ہی ہوگا ـــــ خیر یہ ان کے خلیفہ اور امام کا آپس کا معاملہ ہے۔ ہمیں اس سے کیا! ہم تو حضرت ابنِ تیمیہ کا وہ حوالہ یاد دلائیں گے کہ جس کے مطابق اگر کوئی شخص

صحابہ کی شان میں گستاخی کو جائز سمجھتے ہوئے کرے، تو کافر اور اگر ایسے ہی کچھ بک دے تو سخت گنہگار اور فاسق ہوگا۔ اب یہ دیوبند کا حنفی مولوی جانے کہ وہ اپنے امام صاحب کو کس درجہ میں رکھتا ہے ـــــ مگر ایک نہ ایک درجہ میں ضرور رکھنا پڑے گا۔ کیونکہ امام صاحب سے حضرت عمر کی شان میں گستاخی ہوئی، چاہے انھوں نے جائز سمجھ کر کی یا ناجائز سمجھ کر۔

شیعہ اثنا عشریہ اگر بعض صحابہ کے بارے میں اچھے خیالات نہیں رکھتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہؐ کے ساتھ جو سلوک کیا وہ کیا مگر علی و فاطمہ اور ان کی اولاد کے ساتھ جو ناروا سلوک کیا اور ان کے حقوق غصب کئے وہ سب پر عیاں ہیں۔ خاص طور سے جو لوگ علی کے خلاف تلوار کھینچ کر میدان میں آگئے تو ان کے بارے میں شیعہ اثنا عشریہ کی رائے کیا ہوگی وہ ظاہر ہے ـــــ مگر یہ بھی دیکھ لیجئے کہ امام ابوحنیفہ کی اس سلسلہ میں کیا رائے تھی۔ مصر کی شرعی عدالتوں کے جج محمد ابو زہرہ اپنی کتاب ابوحنیفہ میں لکھتے ہیں

"امام صاحب کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت علی اپنی تمام لڑائیوں میں حق پر تھے اور اس سلسلہ میں وہ حضرت علی کے مخالفین کے متعلق کسی قسم کی تاویل کرنے کی کوشش نہیں کرتے تھے اور صاف طور سے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت علی سے جو بھی جنگیں لڑی گئیں ان میں حضرت علی حق پر تھے۔"

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں۔

اگرچہ صحابہ کی خانہ جنگی کے بارے میں امام ابوحنیفہ نے اپنی رائے ظاہر کرنے سے دریغ نہیں کیا ہے، چنانچہ وہ صاف طور پر یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کی جن لوگوں سے جنگ ہوئی (اور ظاہر ہے کہ اس میں جنگ جمل و صفین کے شرکاء شامل ہیں) ان کے مقابلے میں علی زیادہ برسرِ حق تھے، لیکن وہ دونوں

فریق کو مطعون کرنے سے قطعی پرہیز کرتے ہیں (خلافت و ملوکیت صـــ۲۳۳)

مولانا موصوف کی ایک اور عبارت :۔

"یہ بھی امر واقع ہے کہ تمام فقہاء، ومحدثین ومفسرین نے بالاتفاق حضرت علی کی اِن لڑائیوں کو جو آپ نے اصحابِ جمل' اصحابِ صفین اور خوارج سے لڑیں قرآنِ مجید کی آیت فان بغت احدھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتیٰ تفئی الیٰ امر اللہ کے تحت حق بجانب ٹھہرایا، کیونکہ اِن کے نزدیک آپ امام اہلِ عدل تھے اور آپ کے خلاف خروج جائز نہ تھا۔ میرے علم میں کوئی ایک بھی فقیہہ یا محدث یا مفسر ایسا نہیں جس نے اِس سے مختلف کوئی رائے ظاہر کی ہو خصوصیت کے ساتھ علمائے حنفیہ نے بالاتفاق یہ کہا ہے کہ ان ساری لڑائیوں میں حق حضرت علی کے ساتھ اور ان کے خلاف جنگ کرنے والے بغاوت کے مرتکب تھے"

(خلافت و ملوکیت صـــ۳۳۸)

مولانا مودودی نے امام ابوحنیفہ کو آزادئ رائے کا بہت بڑا حامی بتایا ہے آپ فرماتے ہیں :۔

"آزادی رائے کے معاملے میں وہ اس حد تک جاتے ہیں کہ جائز امامت اور اس کی عادل حکومت کے خلاف بھی اگر کوئی شخص زبان کھولے اور امام وقت کو گالیاں دے یا اِسے قتل تک کرنے کا خیال ظاہر کرے تو اِس کو قید کرنا اور سزا دینا اِن کے نزدیک جائز نہیں، تاوقتیکہ وہ مسلح بغاوت بدامنی برپا کرنے کا عزم نہ کرے" (خلافت و ملوکیت صـــ۲۶۳)

امام ابوحنیفہ کے ماننے والے دیوبندی فتوے باز اگر ابوحنیفہ ہی کے صدقہ میں شیعہ اثنا عشریہ کو اظہار رائے کی آزادی دے دیں تو پھر ان پر کفر کا فتویٰ نہ لگے۔ شیعہ اس آزادی سے پورا فائدہ نہیں اٹھائیں گے، کسی کو گالی نہیں دیں

گے اور قتل کی نیت تو کر ہی نہیں سکتے۔ ہاں حق پرستی کا بھرپور مظاہرہ اور کامل عدل کرینگے۔ ابوحنیفہ اور تمام سنی فقہا محدثین و مفسرین علی کی لڑائیوں میں انہیں حق پر سمجھتے ہیں مگر باطل کو برا نہیں کہتے، اور نہ ہی ان سے اظہارِ برأت کرتے ہیں۔ شیعہ اثنائے عشریہ علی کو حق پر سمجھتے ہیں تو باطل سے بھی دوری اختیار کرتے ہیں۔ علی کے خلاف تلوار کھینچنے والوں سے بھی اظہار برأت کرتے ہیں اور ان سے بھی کہ جو ان کی قوت کا باعث بنے تھے۔

یہ ایک سیدھا سا اصول ہے کہ اگر کسی لڑائی میں ایک فریق حق پر ہے تو دوسرا یقیناً باطل پر ہوگا۔ اب اگر سنی فقہا باطل پر ہونے کا سبب خطائے اجتہادی کو قرار دیدیں یا اگر کسی کو خطائے اجتہادی کی گنجائش نہ ہونے کے باوجود معاف کردیں اور یہ بھی بھول جائیں کہ ان لڑائیوں میں کتنے انسانوں کا خون بہا اور یہ بھی نہ سوچیں کہ آخر اس کا کوئی تو ذمہ دار ہوگا۔ تو ان کی مرضی ———— مگر یہ تو بڑی زیادتی ہوگی کہ شیعہ اثنا عشریہ اس ظلم میں آپ کا ساتھ نہ دیں تو آپ انہیں کافر ٹھہرائیں۔

امام ابوحنیفہ یا علمائے احناف کسی نے بھی اس طرح کی کوئی بات نہیں کہی ہے کہ شیعہ تحریفِ قرآن کے قائل ہیں اور اپنے عقیدۂ امامت کی وجہ سے ختمِ نبوت کے منکر ہیں لہذا کافر ٹھہرے۔ منظور نعمانی کو حنفی فقہا اور علمائے کے ہاں شیعہ اثنا عشریہ کے خلاف کچھ نہ ملا تو اس نے ان پر یہ مضحکہ خیز الزام لگایا کہ انہوں نے مذہب شیعہ کی کتابوں کا براہِ راست تفصیلی مطالعہ نہیں کیا ملاحظہ ہو اس کی تحریر۔ "ہمارے حنفی فقہاء و علماء میں علامہ ابنِ عابدین شامی (متوفی ۱۲۵۳ھ) اس لحاظ سے بہت ممتاز ہیں کہ ان کی کتاب "ردالمحتار" فقہ حنفی کی گویا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اس میں فقہِ حنفی کی ان قدیم کتابوں کی نقول

بھی مِل جاتی ہیں جو اب تک بھی طبع نہیں ہو سکی ہیں۔ بلاشبہ یہ کتاب تصنیف فرما کر انھوں نے حنفی دنیا پر بڑا احسان فرمایا ہے لیکن اِسی "ردالمحتار" میں اور اس کے علاوہ اپنے ایک رسالہ میں جو "رسائل ابن عابدینؒ" میں شامل ہے شیعوں کے بارے میں انھوں نے جو کچھ تحریر کیا ہے اس کے مطالعہ کے بعد اس میں شک نہیں کیا جا سکتا کہ مذہبِ شیعہ کی کتابیں ان کی نظر سے بھی نہیں گزر سکیں، اگرچہ ان کا زمانہ اب سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے ہی کا ہے بلکہ اِس کے بعد کے دَور کے بھی (چند حضرات کو مستثنیٰ کر کے) ایسے جبالِ علم جو اپنے وقت کے آسمانِ علم کے آفتاب و ماہتاب تھے ان کی کتابوں سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ مذہبِ شیعہ کی کتابوں کا براہِ راست اور تفصیلی مطالعہ کرنے کا انہیں بھی موقع نہیں ملا" (نگاہِ اولیں)

جبالِ علم اور آسمانِ علم کے آفتاب و ماہتاب حنفی حضرات کو تو شیعوں کی کتابیں پڑھنے کا موقع نہ مل سکا مگر آج کل کے پاک و ہند کے حنفی ملّا کو یہ کتابیں پڑھنے کا تفصیل سے موقع مِل گیا ——— کیا یہ احمقانہ باتیں نہیں ہیں؟ کتنی سچی بات ہے کہ انسان تعصب میں اندھا ہو جاتا ہے۔

جن فتووں کا عکس پیش کیا گیا اور جن کا نہیں پیش کیا گیا ان سب میں زیادہ تر انہی تین بنیادوں پر شیعہ اثنا عشریہ کو کافر قرار دیا گیا ہے کہ جن کا تفصیلی جواب ہم دوسرے باب میں دے چکے ہیں۔ لہٰذا اس سلسلے میں مزید کچھ لکھنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔

ہم اپنے پڑھنے والوں کو صرف اتنا یاد دلاتے چلیں کہ یہ وہی جاہل مُلّا ہے کہ جس نے لاؤڈ اسپیکر پر اذان کے خلاف فتویٰ دیا تھا مگر آج ہر مُلّا اپنی پاٹ دار آواز کے باوجود ضرورت بلاضرورت لاؤڈ اسپیکر پر اذان بھی دیتا ہے

اور نماز بھی پڑھاتا ہے۔ کل یہی جاہل مولوی تصویر کھنچوانے کو حرام قرار دیتا تھا مگر آج بڑے ذوق و شوق سے تصویر کھنچواتا ہے اور انہیں اخبارات میں چھپوانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ اسی ملا نے منصور حلاج اور سرمد جیسے صوفیوں کو کافر قرار دے کر قتل کرا دیا تھا ـــــ اور ایسے ایسے لوگوں پر کفر کے فتوے لگاتے کہ جنھیں آج کا مسلمان اور خود آج کا مُلا رحمتہ اللہ علیہ کہتا ہے۔ سر سید احمد خان، علامہ اقبال، محمد علی جناح، مولانا ظفر علی خان غرضیکہ کون سا ایسا اپنے وقت کا بڑا آدمی ہے جو کہ اپنی حیات میں اِن فتووں کی زد میں نہ آیا ہو۔ اس کے علاوہ بریلوی، دیوبندی، اہلِ حدیث غرضیکہ کون سا فرقہ ایسا ہے کہ جس نے دوسرے فرقہ کے خلاف کفر کے فتوے نہ دیتے ہوں ـــــ

اِس سلسلہ میں ہم ایک دلچسپ بات یاد دلائیں کہ جنوری ۱۹۵۱ء میں ۳۲ علمائے دین پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے ۲۲ نکات پر متفق ہو گئے تھے اور اِن میں مسلمانوں کے ہر مکتبۂ فکر کو نمائندگی حاصل تھی۔ شیعہ اثنا عشریہ کی طرف سے مفتی جعفر حسین صاحب اور حافظ کفایت حسین صاحب شریک ہوئے تھے ـــــ اب کیا تمام مکاتبِ فکر کے مسلمانوں کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ فتوے باز ملّا سے یہ پوچھیں کہ ان دو شیعہ کافروں کو ان مقدس نکات کی تیاری میں کیوں شریک کیا گیا تھا؟

مروانی زاغ

عبدالقدوس

یہ صلاح الدین ہفت روزہ "تکبیر" کا مدیر ہے۔ پہلے یہ شخص گورنمنٹ ٹیچرز ٹریننگ اسکول قاسم آباد کراچی میں استاد تھا۔ پتلون قمیص پہنتا اور داڑھی مونچھیں صاف کرتا تھا۔ اس نے اپنی صحافتی زندگی کا آغاز اس طرح سے کیا کہ یہ اسکول کی سرکاری ملازمت بھی کرتا رہا اور روزنامہ حریت میں بھی ایک ٹیبل پر کام کرنے لگا۔ کراچی سے روزنامہ "جسارت" نکلا گیا تو یہ اس میں ایڈیٹر بن گیا وہاں کسی بات پر اَن بن ہوئی تو اس نے ایک ہفت روزہ نکالنا شروع کیا اور اس کا نام تکبیر رکھا۔

روزنامہ "جسارت" کی ایڈیٹری سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق جماعت اسلامی سے تھا۔ اب اصل صورتِ حال کیا ہے معلوم نہیں۔ اس نے "تکبیر" نکالا تو لوگ سمجھے کہ یہ ایک اسلامی خدوخال رکھنے والا پرچہ ہوگا مگر کچھ عرصہ بعد ثابت ہوا کہ اس کا کام تو ملک میں تعصبات اور فرقہ واریت کو ہوا دینا ہے اور خاص طور سے یہ شیعہ دشمن رسالہ ہے۔ اپنی اشاعت بڑھانے کے لئے یہ بھی وہی ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے جو دوسرے غیر مذہبی پرچے استعمال کرتے ہیں۔ اس کے نزدیک حق و ناحق میں تمیز کرنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ یہ اللہ کے اس حکم کی بالکل پرواہ

نہیں کرتا کہ "دیکھو تمہیں کسی قوم کی دشمنی راہِ عدل سے نہ ہٹا دے"۔

چودہ اپریل ۱۹۸۸ء کے شمارے نے تو صلاح الدین کو بالکل ننگا کر دیا ہے اب اس بات کے یقین کر لینے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ جاتا کہ یہ شخص بنوامیہ کا وارث ہے اور یہ وہ تکبیر ہے کہ جس کا تعلق اسلام سے نہیں ہے بلکہ بنی امیہ کے سفاکوں سے ہے۔

تو یہ "تکبیر" مسلسل کئی ہفتوں سے اسمٰعیلی حضرات کے خلاف زہر اگل رہا ہے ۱۴ اپریل ۱۹۸۸ء کے شمارہ میں اسمٰعیلی فرقہ پر ایک شخص عبدالقدوس ہاشمی کا ایک انٹرویو شائع کیا گیا اس کی تصویر کے ساتھ یہ تعارفی عبارت دی ہوئی ہے۔

"مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی ہمارے عہد کی ان نابغہ روزگار شخصیات میں شامل ہیں جن کی تحقیق، علمیت، مطالعہ تقابل ادیان، دینی معلومات اور نقطۂ نظر کا زمانہ قائل ہے۔ فقہ اور حدیث میں مولانا استناد کا درجہ رکھتے ہیں۔ مجمع فقہی مکہ مکرمہ کے رکن ہیں۔ فرانس کی ہسٹاریکل سوسائٹی کے ممبر ہیں۔ موتمر عالم اسلامی کے ڈائریکٹر ہیں، مسلم ایجوکیشن سوسائٹی کے روحِ رواں اور عہدیدار ہیں اور پاکستان سے رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے تاسیسی رکن ہیں۔ اب تک مولانا کی باتیں کتب زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ مولانا کی جائے ولادت مخدوم پور ضلع گیا "بہار" ہے اور سنہ ولادت ۱۹۱۱ء ہے۔

اصل گفتگو سے پہلے عبدالقدوس ہاشمی کی تصویر اور یہ طویل تعارف نقل کرنا ہم نے اس لئے ضروری سمجھا تاکہ اس کا انٹرویو سمجھنے میں آسانی ہو۔

اِس شخص کے تعارف میں غلط باتیں کتنی ہیں؟ یہ معلوم کرنا تو مشکل ہے مگر یہ بات سو فیصد غلط معلوم ہوتی ہے کہ یہ شخص سید ہے، کیونکہ کوئی بیٹا اپنے باپ کی کم از کم ناحق اور جان بوجھ کے توہین نہیں کر سکتا۔ اِس نے جو کچھ حضرت علی مرتضیٰ

کے لئے کہا ہے اس سے کھلی دشمنی ظاہر ہو رہی ہے۔ ویسے اس کی تصویر سے بھی ہر قیافہ شناس اس کے قلب میں پیوستہ نفرتوں اور اس کے تکبر کا اندازہ لگا سکتا ہے۔

اسمٰعیلی فرقہ پر گفتگو کرتے کرتے جب یہ شخص آئمہ کی طرف آیا تو اس نے ان کے خلاف اس طرح گفتگو شروع کی:۔

حقیقتاً یہ سب کے سب کسی مافوق الفطرت صلاحیت کے مالک نہ تھے چنانچہ انھوں نے ایک افسانہ بنایا کہ اللہ تعالیٰ کا خاص نور ان اماموں میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ حالانکہ ان میں ایسی کوئی بھی خصوصیت قطعاً نہ تھی جس کی بنا پر انہیں عام معمولی انسانوں سے ذرا بھی برتر ثابت کر سکتے۔ میں مثال دیتا ہوں۔ ان میں سے سب سے بڑے کو لے لو، وہ تھے حضرت علی، حضرت علی صحابہ میں سے تھے، مگر صحابہ تو سولہ ہزار تھے، حضرت علی میں آخر کون سی خصوصیت تھی جو دوسرے صحابہ میں نہیں پائی جا سکتی تھی۔ آپ کہیں گے وہ مجاہد تھے ٹھیک ہے اور بھی بہت سے مجاہد تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ بخش دیا گیا ہے تو صلح حدیبیہ میں چودہ سو انیس آدمیوں کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے بخش دیا ہے وہ رسول اللہ کے قریبی رشتہ دار تھے تو قریبی رشتہ دار رسول اللہ کے اور بھی تھے۔ عبید اللہ ابن زبیر بن عبد المطلب بھی ویسے ہی چچا کے بیٹے تھے، حضرت عثمان پھوپھی کے پوتے تھے آخر ان میں کیا خصوصیت تھی"

دراصل یہ شخص اسمٰعیلی فرقہ کے حوالہ سے آئمہ پر اظہار خیال کر رہا تھا۔ ابتدا میں یہ گفتگو اسمٰعیلی حضرات کے تمام آئمہ پر تھی اور پھر ان سب کے بزرگ حضرت علیؑ پر شروع ہو گئی۔ حضرت علی سے لے کر امام ششم حضرت جعفر صادقؑ تک شیعہ اثنا عشریہ اور اسمٰعیلی فرقہ کے امام ایک ہی ہیں لہذا اس بات کا

شیعہ اثنا عشریہ نے بڑی شدت سے نوٹس لیا۔

اس چھوٹے سے آدمی کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے کہ "ان میں ایسی کوئی بھی خصوصیت قطعاً نہ تھی جس کی بنا پر انہیں عام معمولی انسان سے ذرا بھی برتر ثابت کر سکتے"۔ اس کی یہ لفظیں بتا رہی ہیں کہ وہ بغض و نفرت کے جذبات لیئے ہوئے گفتگو کر رہا ہے لہٰذا کسی علمی اپروچ کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

ہم کہتے ہیں کہ ان حضرات کا امام ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ حضرات عام معمولی انسانوں سے کئی خصوصیات کی بنا پر برتر ہوں گے۔

اب ہم عبدالقدوس ہاشمی کے کہنے کے مطابق ان میں سے سب سے بڑے کو لیتے ہیں وہ تھے حضرت علی۔ اس کے نزدیک وہ بھی ایک عام صحابی کی طرح صحابی، ایک عام مجاہد کی طرح مجاہد اور رسول کے دوسرے رشتہ داروں کی طرح رشتہ دار تھے، لہٰذا ان میں کوئی خصوصیت نہیں تھی۔ اگر عبدالقدوس واقعی اتنا بڑا عالم ہے کہ جتنا ہفت روزہ تکبیر نے ظاہر کیا تو یقیناً یہ شخص اچھی طرح جانتا ہوگا کہ حضرت علی نہ تو عام صحابی تھے، نہ عام مجاہد اور نہ عام رشتہ دار رسولؐ یقیناً اس کے علم میں یہ ہوگا کہ نہ تو ہر صحابی درجہ میں برابر تھا اور نہ ہر مجاہد اور نہ رسول کا ہر رشتہ دار۔ اس کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ تمام سُنی مسلمانوں کا مسلک یہ ہے کہ صحابیوں میں بیعتِ رضوان والے بھی تھے اور عشرہ مبشرہ والے بھی۔ اور یہ دونوں گروہ عام صحابی سے افضل تھے۔ اسی طرح سے صحابہ کا ایک تیسرا گروہ تھا جو سب سے افضل تھا۔ وہ تھا خلفائے راشدین کا گروہ اور جناب علی مرتضیٰ سُنی مسلمانوں کے متفقہ علیہ خلیفۂ راشد ہیں۔ اسی طرح سے مجاہدین کا معاملہ ہے کہ مجاہدینِ بدر کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا، اور پھر وہ مجاہدین ہیں کہ جنھوں نے دوسرے غزوات میں جناب رسولِ خدا کی معیت میں جہاد کیا اور

آخری درجہ ان مجاہدین کا ہے کہ جنہوں نے رسول اللہؐ کی وفات کے بعد جہاد کیا حضرت علی نے تو بدر سے لے کر حنین تک ہر غزوہ میں جناب رسولِ خدا کی معیت میں جہاد کیا۔ سرایا کی تعداد بھی خاصی ہے اور پھر بعد وفاتِ رسولؐ تا دیلِ قرآن پر جہاد کرتے رہے۔ ان کا اور ایک عام مجاہد کا کیا جوڑ۔

مجاہدین کی درجہ بندی ان کے کارناموں کی بنیاد پر بھی کی جا سکتی ہے جان چرا کے لڑنے والا، جان دے کے لڑنے والے کے برابر نہیں ہو سکتا، میدانِ جنگ میں چھپر تلاش کرنے والا، کھلے میدان میں لڑنے والے کے برابر نہیں ہو سکتا سینکڑوں شہ زوروں کو موت کے گھاٹ اتارنے والا کسی ایسے شخص کے برابر نہیں ہو سکتا کہ جس نے کسی ایک شہ زور کو نہ مارا ہو، میدانِ جنگ سے رسول کو چھوڑ کر کبھی نہ بھاگنے والا، بار بار بھاگنے والوں کے برابر نہیں ہو سکتا۔ تلواروں کی چھاؤں میں بسترِ رسولؐ پر بے خوف ہو کر گہری نیند سو جانے والا، غارِ ثور میں پہلوئے رسول میں ہونے کے باوجود حزن و ملال کی کیفیت میں مبتلا ہونے والے کے برابر نہیں ہو سکتا، میدانِ جنگ میں دشمن کو خالص اللہ کے لئے قتل کرنے والا (عمرو ابن عبدوود کا واقعہ) اپنے ذاتی جذبات کی ملاوٹ کے ساتھ قتل کرنے والے کے برابر نہیں ہو سکتا۔

اب اس مجمل گفتگو کے بعد ذرا مفصل اور صاف صاف گفتگو۔

صحیح بخاری شریف کہ جسے سُنی مسلمانوں میں قرآن کے بعد سب سے بڑا مقام حاصل ہے کے مطابق:۔

عبدان اخبس نا ابو حمزۃ عن عثمان بن موھب قال جاء رجل حج البیت فرای قوما جلوسا فقال من ھٰؤلاءِ القعود قالو ھٰؤلا قریش قال من الشیخ قالو ابنِ عمر فاتاہ فقال انی سائلک عن شیٔی تحدثنی قال انشدک

بحرمۃ ھذا البیت العلم ان عثمان ابن عفان فر یوم احد قال نعم

(صحیح بخاری کتاب المغازی)

ترجمہ۔ عبدان ابوحمزہ، عثمان بن موہب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ایک شخص (یزید بن بشیر) بیت اللہ کا حج کرنے آیا تو کچھ اور لوگوں کو وہاں بیٹھے ہوئے دیکھا تو دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں، جواب دیا گیا، یہ قریش ہیں، اس نے پوچھا یہ ضعیف العمر کون ہیں، جواب دیا گیا یہ ابنِ عمر ہیں، چنانچہ وہ حضرت ابن عمر کے قریب آیا اور کہا میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ پھر اس نے کہا، اِس مکان کی حُرمت کی قسم! کیا عثمان بن عفان اُحد کے دن بھاگ کھڑے ہوئے تھے، ابنِ عمر نے کہا ہاں!

صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت کے مطابق!

وانھزم المسلمون وانھزمت معھم فاذا بعمر بن الخطاب فی الناس فقلت لہ ما شان الناس ؟ قال امر اللّٰہ ثم تراجع الناس الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (صحیح بخاری پارہ ۱۷ کتاب المغازی)

ترجمہ: مسلمان بھاگے تو میں بھی ان کے ساتھ بھاگا۔ ان لوگوں میں عمر بن خطاب بھی تھے، میں نے اِن سے کہا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے؟ کہا اللہ کی مرضی۔ پھر سب لوگ رسول اللہ کی طرف پلٹ آئے۔

یہ ان مجاہدوں کا تذکرہ ہے کہ جنہیں رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکرؓ کے بعد دنیا کا سب سے بڑا انسان سمجھا جاتا ہے، اب ہم شیعوں کے سب سے بڑے حضرت علی کا تذکرہ کرتے ہیں کہ ان کے فرار کے بارے میں کوئی کمزور سے کمزور روایت بھی موجود نہیں ہے۔ اس کے برعکس حضرت علی کی میدانِ جنگ میں ثابت قدمی، انتہائی بے جگری اور بے خوفی، رسول اللہ کی حفاظت 'نبی

حرب میں مہارت کی روایتوں سے حدیث و تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں علی ابنِ ابی طالب کی جرأت بہادری کا تذکرہ کرنے والوں میں مسلم وغیر سب ہی شامل ہیں، اگر طاقت و شجاعت کے اِن کارناموں کو کہ جنھیں مافوق الفطرت کہا جاتا ہے نظر انداز بھی کر دیا جائے تو بھی حضرت علی کی ذات میں مثالی شجاعت کے جوہر نظر آتے ہیں حکم رسول کی تعمیل میں موت کو سینے سے لگانے کیلئے کھڑے ہو جانا حضرت علی کی ایک معمولی سی ادا تھی۔

عبدالقدوس کہتا ہے کہ "آپ کہیں گے کہ حضرت علی مجاہد تھے، ٹھیک ہے اور بھی بہت سے مجاہد تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ بخش دیا گیا ہے" تو اب صحیح بخاری کے حوالہ سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ حضرت علی کے مجاہد ہونے اور بڑے بڑے صحابیوں کے مجاہد ہونے میں کتنا فرق ہے ـــــ ہمیں کسی کی توہین کرنا مقصود نہیں تھی، صرف عبدالقدوس کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے علیؑ اور دوسرے مجاہدوں کا فرق بتانا تھا لہذا ہم نے صرف صحیح بخاری کا حوالہ دیا، تاریخ کا حوالہ دیتے تو اور بھی شخصیتیں زد میں آجاتیں اور کہا جاتا کہ یہ یہودیوں کی روائیتیں ہیں۔

عبدالقدوس کہتا ہے کہ "وہ (علی) رسول اللہ کے قریبی رشتہ دار تھے تو قریبی رشتہ دار رسول اللہ کے اور بھی تھے، عبیداللہ ابنِ زبیر بن عبدالمطلب بھی ویسے ہی چچا کے بیٹے تھے۔ حضرت عثمان پھوپھی کے پوتے تھے۔ آخر ان میں کیا خصوصیت تھی" ـــــ ہمیں یقین ہے کہ یہ شخص جانتا ہے کہ آخر اِن میں کیا خصوصیت تھی۔ اسے یقیناً معلوم ہو گا کہ علی اُس چچا کے بیٹے تھے کہ جو ابوطالب کی کنیت سے مشہور تھا اور ابوطالبؑ وہ چچا تھے کہ جنہوں نے اپنے بھتیجے کی حمایت میں ناقابلِ بیان سختیاں جھیلیں مگر ان کی حمایت سے دستبردار

نہیں ہوئے اور اسے یہ بھی معلوم ہوگا کہ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آغوش کے پالے ہوئے تھے، آپ مرتے دم تک آنحضرتؐ کے ساتھ رہے آنحضرتؐ کے حجرے کے برابر ہی آپ کا حجرہ تھا اور ان قربتوں نے علیؑ کو صفات رسول کا مظہر بنا دیا۔

عبدالقدوس یقیناً جانتا ہوگا کہ تبوک کی روانگی کے موقع پر رسول اللہ صلعم نے علی سے اپنے رشتہ کو کتنا ممتاز کر دیا تھا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے۔

محمد بن بشار حدثنا حدثنا غندر حدثنا شعبة عن سعد قال سمعت ابراهيم بن سعد عن ابيه قال قال النبي صلى الله عليه وسلم لعلى اما ترضى ان تكون منى بمنزلة هارون من موسىٰ (صحیح بخاری کتاب الانبیاء پارہ ۱۴)

ترجمہ:۔ محمد بن بشار، غندر، شعبہ، سعد، ابراہیم سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے سنا ہے کہ حضرت علیؑ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کیا یہ بات تمہیں پسند ہے کہ تم میرے ساتھ اس درجہ پر ہو جس درجہ پر حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰ کے ساتھ تھے۔

حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے سگے بھائی اور وصی و جانشین تھے تو اب بات سمجھ میں آئی کہ حضرت علی کو رسول اللہ سے رشتہ داری کے سلسلہ میں بھی جو خصوصیت حاصل تھی وہ کسی اور کو نہ تھی۔

عبدالقدوس سے انٹرویو کرنے والے کا دل چاہا کہ حضرت علی کی مزید توہین کی جائے لہٰذا اس نے عبدالقدوس سے سوال کیا کہ:۔

سوال:۔ لیکن حضرت علیؑ تو مولودِ کعبہ تھے؟

جواب:۔ مولودِ کعبہ تھے؟ آپ کو ایک درجن آدمی گنوائے دیتا ہوں جو مولودِ کعبہ تھے، تمام بت پرستوں میں رواج تھا اور ہے کہ جب خواتین کو دردِ زہ شروع ہوتا ہے تو انہیں دیوی کے استھان پر لے جایا جاتا ہے۔ ہندوستان میں آپ

آج بھی دیکھ سکتے ہیں۔ بہار، مدراس، یوپی اور دیگر بہت سی جگہوں پر آج بھی یہی رواج ہے، سینکڑوں آپ کو دیوی کے استھان پر پیدا ہونے والے مل جائینگے

سوال :۔ مگر اس سلسلہ میں بہت سی روایات بھی ہیں؟

جواب :۔ جی نہیں میں نہیں مانتا، میں کسی ایسی بات کا قائل نہیں جس کی وجہ سے وہ اساسِ اُمت تسلیم کئے جائیں۔

عبدالقدوس کہتا ہے کہ میں آپ کو ایک درجن اور آدمی گنوائے دیتا ہوں۔ جو مولودِ کعبہ تھے مگر اس شخص نے گنوایا ایک نہیں اور نہ ہی انٹرویو کرنے والے نے کہا کہ جناب کسی اور مولودِ کعبہ کا ایک آدھ نام تو بتا دیجئے۔ اور یہ کیوں کہتا یہ تو خود چاہتا تھا کہ حضرت علی کی توہین ہو۔

حضرت علی کے مولودِ کعبہ ہونے کے سلسلہ میں کئی روائتیں کُتبِ اہلسنت میں ملتی ہیں کہ جن سے اس بات کی تردید ہوتی ہے کہ مادرِ علی بن ابی طالب جناب فاطمہ بنتِ اسد خانہ کعبہ میں (کہ جو اس وقت بُت کدہ بنا ہوا تھا) محض عام بُت پرستوں کی طرح گئی تھیں (جیسا کہ عبدالقدوس کا خیال ہے) تاکہ بچے کی پیدائش آسانی سے ہو سکے، چنانچہ حضرت علی بھی اسی طرح پیدا ہو گئے۔

عبدالقدوس ان تمام روایتوں کو ماننے سے صاف انکار کرتا ہے کہ جن سے حضرت علی کے مولودِ کعبہ ہونے کا واقعہ اِن کی منزلت کا باعث ثابت ہوتا ہے یہ شخص اِن تمام باتوں کو دیومالا قرار دیتا ہے، لہٰذا ہم اِس سے اتنی گذارش کریں گے کہ اگر وہ خالص مورخ بن کر سوچتا ہے، عقل و دانش اور دلیل کی بات کرتا ہے، مافوق الفطرت باتوں کو ماننے کے لئے تیار نہیں، تو پھر اپنے دائرۂ فکر کو اور وسعت دے، اپنی فکر کو حضرت علی کی شخصیت تک محدود نہ رکھے مذہب میں عقل سے زیادہ عقیدہ کا دخل ہوتا ہے لہٰذا اپنی عقل استعمال کرے انشاء اللہ بہت جلد اسلام ہی سے جان چھوٹ جائے گی، اور یہ بھی ممکن ہے کہ

دشمنیٔ اہلبیت کے طفیل جان چھوٹ بھی چکی ہو اور اب یہ شخص محض دُنیاوی منفعت کی خاطر اسلام سے چمٹا ہوا ہو۔

ہم نے عبدالقدوس کے اِس جواب میں کہ حضرت علی کی حیثیت ایک عام صحابی عام مجاہد اور عام رشتہ دارِ رسول سے زیادہ نہ تھی۔ صرف سُنی مسلک کے مطابق سُنی مسلمانوں کو حضرت علیؑ کا وہ مقام یاد دلا دیا ہے کہ جو عام صحابی، عام مجاہد اور عام رشتہ دارِ رسول سے بہت بلند تھا۔

جہاں تک شیعوں کا معاملہ ہے تو اِن کے نزدیک علی ابنِ ابی طالبؑ اپنے بھائی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کائنات کی سب سے بڑی شخصیت تھے، ان میں وہ ساری خصوصیات موجود تھیں جو کہ ان کے بھائی میں تھیں سوائے اِس کے کہ آپ نبی نہیں تھے، آپ پاسبانِ شریعت محمدی تھے۔

عبدالقدوس نے حضرت علی کے لئے جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان پر حیرت نہیں ہونا چاہیئے اور نہ یہ سوچنا چاہیئے کہ اتنی بڑی علمی شخصیت (بقول تکبیر) کی باتوں میں حقیقت تو ہوگی۔ عبدالقدوس نے حضرت علی کے بارے میں جو کچھ علم حاصل کیا ہے وہ کتابی علم ہے مگر راندے درگاہِ رسول مروان بن حکم اور آزاد کردہ رسول معاویہ بن ابوسفیان نے تو علی مرتضےٰ کے بارے میں رسول اللہ کے ارشادات اپنے کانوں سے سُنے تھے۔ علی کا مقام و مرتبہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس کے باوجود حضرت علی پر سب وشتم کرتے تھے ـــــ تو بات علم کی نہیں ہوئی بلکہ بدطینتی کی ہوئی ـــــ سفا کی ہوئی۔

کیا یہ ممکن ہے کہ ہر دَور میں علی سے محبت کرنے والے تو ہوں مگر مروان، معاویہ اور یزید کے چاہنے والے نہ ہوں ـــــ اِن مروانیوں اور یزیدیوں کے وجود پر شیعوں کو نہ تو کوئی حیرانی ہے نہ پریشانی۔ اِن کا تو آبائی کام یہی ہے کہ علی کے دشمنوں اور ظالموں پر لعنت بھیجتے رہیں ـــــ تو جہاں اور بہت سے ہیں وہاں

صلاح الدین اور عبدالقدوس بھی ہیں ـــــــ یہ تو شیعہ کی باتیں تھیں کہ جس کی نفرت بھی عمیق جس کی محبت بھی عمیق، مگر ہم تو سمجھتے ہیں کہ عبدالقدوس کے اِس انٹرویو پر وہ پڑھا لکھا طبقہ کہ جسے حضرت علی سے کوئی مذہبی عقیدت نہیں مگر اس نے حضرت علی کو ایک بڑے انسان کی حیثیت سے پڑھا ہے وہ بھی اِس کی مذمت کرے گا، کیونکہ یہاں کوئی علمی اپروچ نہیں ہے اور اظہارِ رائے کے حق کا مطلب بھی یہ نہیں ہے کہ ایک عظیم انسان پر کہ جو کروڑوں انسانوں کے نزدیک قابلِ صد احترام مذہبی شخصیت بھی ہے تضحیک آمیز انداز سے غیر مدلل گفتگو کی جائے۔

اب فقہ جعفریہ کے بارے میں عبدالقدوس کے نادر خیالات ملاحظہ فرمایئے "جہاں تک اہلِ تشیع کے اماموں کا تعلق ہے تو یہ اچھے لوگ تھے، دین دار لوگ تھے اِسی لئے لوگوں نے اِن سے رشتہ جوڑنے کی کوشش کی، ان سے فقہ جعفریہ کو بھی مِلا دیا، حالانکہ یہ قطعی بے بنیاد ہے، امام جعفر ۱۴۸ھ میں انتقال کر گئے اور فقہ جعفریہ کی پہلی کتاب سن سات سو کچھ میں لکھی گئی تھی، کوئی نسبت ہی نہیں کوئی تعلق ہی نہیں تھا...... جن لوگوں نے فقہ جعفریہ امام سے روایت کیا ہے ان کی کوئی سوانح عمری نہیں ملتی۔ سب کچھ جعلی ہے۔ خود امام کا قول ہے کہ اِس شخص نے میرے باپ کو کبھی دیکھا ہی نہیں۔ مگر لکھنے والے کا دعویٰ ہے کہ میں نے امام سے ایک نشست میں ستر ہزار حدیثیں سنیں، اب یہ بات کسی کی سمجھ میں آسکتی ہے، اگر ایک منٹ میں ایک حدیث بھی سنائی جائے گی تو دو ماہ اور کچھ دن صرف روایت حدیث میں صرف ہو جائیں گے، کیا یہ ممکن ہے اور یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں امام کہتے ہیں یہ شخص بالکل جھوٹا ہے کبھی والد صاحب سے اس کی ملاقات ہوئی ہی نہیں۔ اب اس کے بعد ہم سے آپ اِن کی تاریخ اور حقیقت پوچھتے ہیں، ان کی حقیقت اور تاریخ

تو یہ ہے کہ جب ان کے ہاتھ میں اختیار آیا اور یہ لوگ ۲۶۸ برس تک حکومت کرتے رہے کبھی انہوں نے اپنا دین نہیں پھیلایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ کبھی بھی تین فیصد سے آگے نہ بڑھے اور دین اپنا انہوں نے یوں نہیں پھیلایا کہ دین پھیلاتے تو مارے جاتے۔

تھوڑا آگے چل کر کہتا ہے: فقہ جعفریہ کوئی چیز نہیں ہے، حضرت جعفر صادق سے اس کی نسبت صحیح نہیں ہے، حضرت جعفر صادق کی وفات ۸۴۱ھ میں ہوئی اور فقہ جعفریہ کے نام سے تقریباً سات سو سال کے بعد بعض عالموں نے اپنے قیاس سے کچھ تھوڑے سے مسائل بیان کر کے ان کا نام فقہ جعفریہ رکھ دیا۔ یہ قیاسات بذریعہ روایت بھی حضرت جعفر صادق سے منقول نہیں ہیں۔"

"پھر ایک جگہ پر لکھتا ہے:۔ طریقت، حقیقت اور معرفت کے الفاظ چالاک لوگوں نے اپنے معتقدین سے دولت بٹورنے کے لئے بنائے ہیں۔

اس کا جواب تو صاحبانِ طریقت و معرفت دیں گے۔ ہم نے توحید القدوس کی یہ گفت گو محض اس لئے نقل کی ہے کہ برادرانِ اہلسنت بھی اس شخص سے اور صلاح الدین سے اچھی طرح متعارف ہو جائیں ــــــ اس شخص نے یہ کلمات کہتے وقت اور صلاح الدین نے اسے چھاپتے وقت یہ بھی نہ سوچا کہ ان کی زد میں ہر سلسلۂ اولیاء آجائے گا۔

اس شخص نے جو فقہ جعفریہ کے بارے میں باتیں کی ہیں، ان میں کوئی علمی بات نہیں ہے۔ اس کی گفت گو سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بغض و نفرت میں بس کہے چلا جا رہا ہے۔

یہ شخص یا تو فقہ جعفری کے بارے میں کچھ نہیں جانتا اور بے حیائی کے سہارے ایک حقیقت کو جھٹلا رہا ہے اور اگر سب کچھ جانتا ہے (اور اسے جاننا چاہیئے کیونکہ تکبیر کے نمائندے نے اسے اسلامی علوم، مختلف ادیان اور

تاریخ کا بہت بڑا عالم قرار دیا ہے) اور جانتے بوجھتے ناقابلِ تردید حقیقتوں سے منہ موڑ رہا ہے تو علمی بددیانتی کی ایک نئی مثال قائم کر رہا ہے، بلکہ یہ کہا جاتے تو زیادہ مناسب ہے کہ یہ شخص علمی میدان کا بہت بڑا بدمعاش ہے
فقہ کا قرآن کے بعد دوسرا بڑا ماخذ حدیث ہے اور تمام احادیث کہ جن پر مذہبِ اثنا عشریہ کا دار و مدار ہے، آئمہ طاہرین اور جنابِ رسولِ خدا سے منسوب ہیں اور اس طرح سے راویان مذہبِ شیعہ اثنا عشریہ نے رسول اللہ کی اُس وصیت پر پوری طرح عمل کیا کہ جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ "اے مسلمانو! میں تمہارے لئے دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے میری عترت اور میرے اہلِ بیت۔ جب تک ان سے وابستہ رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے"۔

اب ہم عہدبہ عہد ان راویوں کا تذکرہ کر رہے ہیں کہ جنہوں نے معصومین سے خود حدیثیں سنیں اور نقل کیں۔

۱۔ ابو رافعؓ ۲۔ سلمان فارسیؓ ۳۔ ابوذر غفاریؓ۔ ان تینوں حضرات کو شرفِ صحابیتِ رسول حاصل تھا۔ سلمان فارسیؓ کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ آپ ایک حدیث کی رو سے اہلِ بیت میں داخل تھے اور ان تینوں حضرات نے حدیث کے مجموعے تیار کئے تھے، جن کے نام بالترتیب یہ ہیں:۔ کتاب السنن والاحکام والقضایا۔ ۲۔ آثارِ نبویہ ۳۔ کتاب الخطبۃ
۴۔ اصبغ بن نباتہؓ صاحب کتاب مقتل الحسین ۵۔ عبیداللہ بن ابی رافع صاحبِ کتاب قضایا امیر المؤمنین وکتاب تسمیہ من شہد مع امیر المؤمنین الجمل والصفین والنہروان من الصحابۃ۔ ۶۔ حرث بن عبداللہ ان کی بھی ایک کتاب۔ کا تذکرہ شیخ طوسی کی کتاب الفہرست میں موجود ہے۔ ۷۔ ربیع بن سمیعؓ انہوں نے بھی ایک کتاب حضرت علی کے ارشادات کی روشنی میں

چوپاؤں کی زکوٰۃ کے موضوع پر تالیف کی تھی۔ ۸۔ سُلیم بن قیس ہلالی۔ ان کی کتاب اصولِ قدیمہ میں سے ایک اصل ہے ۹۔ علی ابن ابی رافعؓ یہ حافظِ قرآن اور کئی کتابوں کے مؤلف ہیں۔

۱۰۔ میثم تمارؒ، آپ حضرت علیؑ کے عاشقوں میں سے تھے اسی جُرم میں ابنِ زیاد ملعون نے اِن کے ہاتھ پیر کٹوا کر سولی پر چڑھا دیا تھا۔ آپ نے حدیث کی ایک کتاب تالیف کی تھی جسے شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب "الامالی" میں نقل کیا ہے ۱۱۔ محمد بن قیس بجلی۔ ان کے پاس بھی ایک کتاب تھی جس کا تذکرہ شیخ طوسیؒ نے مکمل سند کے ساتھ اس طرح کیا ہے کہ اس کی تصدیق امام باقرؑ نے کی تھی اور اس میں حضرت علیؑ سے منقول روائتیں ہیں۔ ۱۲۔ یعلی بن مُرّہؓ ان کے ایک مجموعۂ حدیث کے بارے میں شیخ نجاشیؒ نے پورے سلسلہ سند کے ساتھ بتایا ہے کہ اس میں حضرت علیؑ سے منقولہ روائتیں ہیں۔

مندرجہ بالا تمام حضرات کا شمار حضرت علیؑ بن ابی طالب کے مخصوص اصحاب میں ہوتا ہے۔ ۴ تا ۱۲ تک کے حضرات تابعین میں سے تھے۔

۱۳۔ جابر بن یزید جعفی۔ یہ تابعین میں سے ہیں اور امام زین العابدینؑ اور امام محمد باقرؑ کے مخصوص اصحاب میں سے ہیں آپ کی بہت سی کتابیں ہیں۔ آپ کا شمار مفسرین میں ہوتا ہے ۱۴۔ زیاد بن منذر۔ انہوں نے امام زین العابدینؑ اور امام محمد باقرؑ سے سُنی ہوئی احادیث پر مشتمل ایک کتاب بھی تالیف کی، آپ نے آخری عمر میں زیدی مسلک اختیار کر لیا تھا۔

۱۵۔ ابوبصیر یحییٰ بن قاسم ۱۶۔ عبد المومن ۱۷۔ زرارۃ بن اعین ۱۸۔ ابوعبیدہ حذّار ۱۹۔ زکریا بن عبداللہ ۲۰۔ محمد بن مغیرہ طائی ۲۱۔ حُجر بن زائدہ حضرمی ۲۲۔ مطلب الزہری ۲۳۔ عبداللہ بن میمون ــــــ یہ وہ حضرات ہیں کہ جنہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے حدیثیں لے کر کتابیں تالیف کی ہیں

۲۴۔ محمد بن مسلم طائی ــــــــ آپ مشہور راوی ہیں۔ آپ نے امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کا زمانہ پایا اور آئمہ طاہرینؑ سے حاصل کی ہوئی احادیث پر مشتمل ایک کتاب تالیف کی۔

۲۵۔ حسین بن ثور ــــــ آپ کے دادا اسعد بن حران جناب اُم ہانی بنتِ ابی طالب کے غلام تھے۔ آپ نے امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ سے احادیث نقل کی ہیں۔

معاویہ بن عمار ــــــ آپ نے امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادق کا زمانہ دیکھا اور انہیں دونوں آئمہ کی احادیث پر مشتمل کتاب تالیف کی۔ انتقال ۱۷۵ھ میں ہوا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دَور میں سیاسی حالات کچھ اس طرح کے تھے کہ آپ کو علمی کام کا اچھا موقع مل گیا۔ آپ نے اپنے حلقہ درس کو وسعت دی۔ اسلامی دنیا کے دُور دراز کے علاقوں سے لوگ آپ کے حلقۂ درس میں شامل ہونے کے لئے آتے تھے۔ چار ہزار اصحاب نے آپ سے حدیثیں نقل کیں اور چار سو کتابیں تالیف کیں کہ جنہیں اصول اربع مأتہ کہتے ہیں اور پھر حدیث کی ان کتابوں کو بعد میں آنے والوں نے مختلف موضوعات کے اعتبار سے چار کتابوں میں مرتب کیا۔ ان میں سے پہلی کتاب "الکافی" محمد بن یعقوب کلینی (سن وفات ۳۲۸ھ) کی ہے، دوسری کتاب "کتاب من لایحضرہ الفقیہ (یعنی یہ کتاب اس کے لئے جس کے پاس فقیہہ موجود نہ ہو) تیسری اور چوتھی کتاب "التہذیب" اور کتاب الاستبصار" ہیں، جنھیں ابو جعفر محمد بن حسن طوسی (سن وفات ۴۶۰ھ) نے تالیف کیا۔

چار سو بنیادی کتابیں ۴۴۸ھ تک اصل حالت میں پائی جاتی تھیں بغداد کے محلہ کرخ میں طغرل بیگ سلجوقی نے آگ لگائی تو وہاں موجود کتب خانہ

بھی جل گیا اور اس میں یہ کتابیں بھی نذرِ آتش ہوگئیں۔ نعمت اللہ جزائری نے جن کی وفات ۱۱۱۲ھ میں ہوئی ہے۔ اپنے زمانہ میں صرف تیس کتب کے باقی رہ جانے کا تذکرہ کیا ہے مگر ان چار سو کتابوں کی جگہ جو کتب اربعہ مرتب کی گئیں وہ آج بھی موجود ہیں اور مذہبِ شیعہ اثنا عشریہ کی اساس ہیں

تمام فقہوں میں فقہ جعفریہ ہی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس کا تعلق رسولؐ اللہ تک اس طرح مسلسل ہے کہ کڑیاں آپ سے آپ ملتی چلی جاتی ہیں اور یہ سلسلہ کچھ اس طرح سے ہے کہ میں نے اپنے والدِ گرامی سے یہ سنا اور انہوں نے اپنے والد گرامی سے اور انہوں نے اپنے والدِ گرامی سے اور یہاں تک کہ یہ سلسلہ رسولؐ اللہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اس پورے سلسلہ امامت میں ایک مکمل وحدتِ فکر نظر آتی ہے۔ حضرت علیؑ سے لے کر امام حسن عسکریؑ تک ایک ہی مزاج نظر آتا ہے۔

حدیث کی وہ چار کتابیں کہ جن کا ابھی ذکر کیا گیا فقہ کا ماخذ ہیں اور انہی کی مدد سے فقہ کی کتابیں لکھی گئیں یہی وجہ ہے کہ اثنا عشریہ کی فقہ حضرت امام جعفر صادقؑ سے منسوب ہے۔

علم اصولِ فقہ کی ضرورت آئمہ معصومین کے دَور میں نہ تھی کیونکہ ہر مسئلہ ان کے اصحاب ان سے براہِ راست دریافت کر لیا کرتے تھے۔ اس علم کی ابتدا بارہویں امام کی غیبت صغریٰ کے بعد یعنی چوتھی صدی ہجری کی ابتدا میں ہوئی۔ ابتدائی ناموں میں دو نام خصوصیت سے ملتے ہیں: حسن ابنِ علی ابن ابی عقیل اور محمد ابنِ احمد ابنِ جنید جنہوں نے علم اصول فقہ کی ابتدا کی۔ پھر شیخ مفید (سن وفات ۴۱۳ھ) نے علمِ اصول فقہ پر کتابیں لکھیں ان کے بعد ان کے شاگرد سیّد مرتضیٰ (سن وفات ۴۳۶ھ) نے ایک بڑی عظیم الشان کتاب لکھی جس کا نام "الزریعہ" رکھا۔ اسی دَور کے ایک اور عالم

سلار ابن عبدالعزیز دیلمی نے ایک کتاب "التقریب فی اصولِ الفقہ" تصنیف کی۔ شیخ مفید کے ایک اور شاگرد ابو جعفر محمد ابن حسن جو کہ شیخ طوسی اور شیخ الطائفہ بھی کہلاتے ہیں (سن وفات ۴۶۰ھ) نے علم اصولِ فقہ پر بڑا کام کیا ہے۔ اِن کی کتاب "العدۃ فی الاصول" نے اِس علم کو بڑی وسعت بخشی۔ ان کی دوسری کتاب "المبسوط فی الفقہ" ہے جس میں فقہی مسائل حل کیے گئے ہیں۔

شیخ طوسی وہ بزرگ ہیں کہ جن کا تعلق علم فقہ واصول کے قدیم اور جدید دونوں ادوار سے تھا اور وہ اس طرح کہ قدیم دور آپ پر ختم ہوا اور جدید دور آپ سے شروع ہوا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ:۔

۱۔ شیعہ علماء ومحدثین کا اپنے آئمہ معصومین سے ہر دور میں بڑا گہرا تعلق رہا ہے۔ ان شیعوں میں سلمانؓ فارسی و ابوذرؓ اور ابو رافعؓ بھی شامل ہیں۔

۲۔ فقہ کا دوسرا بڑا ماخذ حدیث ہے اور چونکہ اصول اربع مائۃ (حدیث کی اصل چار سو کتابیں) حضرت امام جعفر صادقؑ علیہ السلام کے ارشادات پر مبنی ہیں اور انہی کو سامنے رکھ کر کتب اربع (الکافی۔ من لایحضرہُ الفقیہ التہذیب، الاستبصار) تالیف کی گئیں اور فقہ کی تمام کتابیں انہی کتب اربع کی مدد سے تالیف کی گئیں، لہٰذا اثنا عشریہ کی فقہ امام جعفر صادقؑ کے اس تعلق سے فقہ جعفری کہلاتی ہے۔

۳۔ سات سو کچھ ہجری سے پہلے فقہ جعفری پر کئی کتابیں لکھی گئیں۔

۴۔ فقہ جعفری اور علماء فقہ جعفری کی عظمت سے ہر عالم اچھی طرح واقف ہے (اس سلسلہ میں علماء اخوان المسلمین مصر وعراق کی آراء، اگلے صفحات میں پیش کی جارہی ہیں)

لہٰذا عبدالقدوس کے یہ الزامات انتہائی مہمل ہیں کہ:۔
فقہ جعفریہ کا امام جعفر صادق ؑ سے کوئی تعلق ہی نہیں بنتا۔ سب سے پہلے سات سو کچھ ہجری میں شیعہ علمار نے اپنے قیاس سے کچھ مسائل بیان کر کے ان کا نام فقہ جعفریہ رکھ دیا۔ فقہ جعفریہ کوئی چیز نہیں ہے۔

شیعہ اثنا عشریہ کے بارے میں علمار اخوان المسلمین کی رائے

جامع ازہر (مصر) کے شیخ الجامع جناب شلتوت اپنی کتاب "الوحدۃ الاسلامیہ" میں فرماتے ہیں۔

جامعہ ازہر کا بھی یہی اصول ہے کہ مختلف اسلامی مذاہب ایک دوسرے سے نزدیک ہوں، چنانچہ تمام اسلامی مذاہب، خواہ سُنی ہوں یا شیعہ، ان کی فقہ درسی نصاب میں شامل کی جاتی ہے اور ان کی کتب پر ہر قسم کے تعصبات سے پاک اور دلیل و برہان پر مبنی تحقیقات کی جاتی ہیں۔

مكتب شيخ الجامع الأزهر

بسم الله الرحمن الرحيم

نص الفتوى

التي أصدرها السيد صاحب الفضيلة الأستاذ الأكبر

الشيخ محمود شلتوت شيخ الجامع الأزهر

في شأن جواز التعبد بمذهب الشيعة الامامية

قيل لفضيلته :

ان بعض الناس يرى أنه يجب على المسلم لكي تقع عباداته ومعاملاته على وجه صحيح أن يقلد أحد المذاهب الأربعة المعروفة وليس من بينها مذهب الشيعة الامامية ولا الشيعة الزيدية ، فهل توافقون فضيلتكم على هذا الرأي على اطلاقه فتمنعون تقليد مذهب الشيعة الامامية الاثنا عشرية مثلا .

فأجاب فضيلته :

١ ــ ان الاسلام لا يوجب على أحد من أتباعه اتباع مذهب معين بل نقول : ان لكل مسلم الحق في أن يقلد بادئ ذي بدء أي مذهب من المذاهب المنقولة نقلا صحيحا والمدونة أحكامها في كتبها الخاصة ولمن قلد مذهبا من هذه المذاهب أن ينتقل الى غيره ــ أي مذهب كان ــ ولا حرج عليه في شئ من ذلك .

٢ ــ ان مذهب الجعفرية المعروف بمذهب الشيعة الامامية الاثنا عشرية مذهب يجوز التعبد به شرعا كسائر مذاهب أهل السنة .

فينبغي للمسلمين أن يعرفوا ذلك ، وأن يتخلصوا من العصبية بغير الحق لمذاهب معينة ، فما كان دين الله وما كانت شريعته بتابعة لمذهب أو مقصورة على مذهب ، فالكل مجتهدون مقبولون عند الله تعالى يجوز لمن ليس أهلا للنظر والاجتهاد تقليدهم والعمل بما يقررونه في فقههم ، ولا فرق في ذلك بين العبادات والمعاملات .

محمود شلتوت

\=== === ===

السيد صاحب السماحة العلامة الجليل الأستاذ محمد تقي القمي

السكرتير العام

لجماعة التقريب بين المذاهب الاسلامية

سلام الله عليكم ورحمته أما بعد فيسرني أن أبعث الى سماحتكم بصورة موقع عليها بامضائي من الفتوى التي أصدرتها في شأن جواز التعبد بمذهب الشيعة الامامية ، راجيا ان تحفظوها في سجلات دار التقريب بين المذاهب الاسلامية التي أسهمنا معكم في تأسيسها ووفقنا الله لتحقيق رسالتها .

والسلام عليكم ورحمة الله ..

شيخ الجامع الأزهر

محمود شلتوت

صدرت الفتوى بتاريخ ١٧ ربيع الاول ١٣٧٨ (هـ) من القاهرة

ترجمہ:۔ مذہبِ شیعہ اثنا عشریہ کے نام سے مشہور مذہب جعفریہ ایسا مذہب ہے جسے اہلِ سنت کے باقی مذاہب کی طرح شرعاً اختیار کیا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ یہ چیز سمجھیں اور کسی مذہب کے ساتھ ناحق تعصب کرنے سے خود کو پاک کریں اللہ کا دین اور اس کی شریعت کسی ایک مذہب کے تابع اور کسی ایک مذہب میں منحصر نہیں، سب مجتہد ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں سب مقبول ہیں۔

شیخ غزالی اپنی کتاب "دفاع عن العقیدہ والشریعۃ ضد مطاعن المستشرقین" صفحہ ۲۵۶ میں شیخ شلتوت کے اس فتوے کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

میرے پاس عوام میں سے ایک شخص غضبناک حالت میں آیا اور پوچھا کہ شیخ ازہر نے یہ فتویٰ کیسے صادر کر دیا کہ مذہب شیعہ بھی اسلامی مذاہب میں سے ہے میں نے کہا، آپ شیعہ کے بارے کیا جانتے ہیں؟ تھوڑی دیر سکوت اختیار کرنے کے بعد اس نے کہا، وہ ہمارے دین پر نہیں ہیں۔ میں نے اس سے کہا، مگر ان کو نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے میں نے دیکھا ہے، جیسے ہم لوگ نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے ہیں۔ اس شخص نے تعجب کیا اور کہا کیسے؟ میں نے اس سے کہا، آپ کے لئے اور زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ قرآن بھی پڑھتے ہیں، جیسے ہم پڑھتے ہیں، رسول اللہ صلعم کی تعظیم کرتے ہیں اور حج بھی کرتے ہیں، جیسے ہم لوگ کرتے ہیں۔ اس نے کہا، میں نے تو سنا تھا کہ ان کا کوئی اور قرآن ہے اور وہ لوگ کعبہ کی توہین کرنے کے لئے مکہ جاتے ہیں، میں نے اس آدمی سے کہا۔ تو معذور ہے، ہم میں سے بعض لوگ ایک دوسرے کے خلاف ایسی باتیں کرتے ہیں جن سے دوسرے کا وقار، عزت اور شرافت مجروح کرنا مقصود ہوتا ہے، جس طرح روسی امریکیوں اور امریکی روسیوں کے خلاف باتیں کرتے ہیں، گویا کہ ہم آپس میں دو متضاد اور دشمن اُمتیں ہیں نہ کہ ایک اُمت"۔

اخوانِ المسلمین عراق کے ایک رکن ڈاکٹر عبدالکریم زیدان اپنی کتاب

"المدخل لدراستہ الشریعتہ الاسلامیہ" صـ۱۷۸ میں لکھتے ہیں۔

"مذہب جعفریہ عراق، ایران، پاکستان اور لبنان میں پایا جاتا ہے اِس کے پیروکار شام اور غیر شام میں بھی موجود ہیں۔ فقہ جعفریہ اور دوسرے اسلامی مذاہب میں اتنا اختلاف نہیں ہے، جتنا دوسرے مذاہب کے مابین ہے، فقہ جعفریہ بہت کم مسائل میں منفرد ہے اور شائد اِن میں زیادہ مشہور نکاح متعہ (نکاح موقت) ہے۔"

ڈاکٹر ابو محمد زہرہ اپنی کتاب "تاریخ المذاہب الاسلامیہ" صـ۳۹ میں لکھتے ہیں۔

اِس میں کوئی شک نہیں کہ شیعہ فرقہ ایک اسلامی فرقہ ہے، اگرچہ فرقہ سبائیہ کو جو حضرت علی کو اللہ سمجھتا ہے، ہم نے خارج از اسلام قرار دیا ہے لیکن شیعہ تو مسلمان فرقوں میں شامل ہے، نیز ہم جانتے ہیں کہ شیعہ اثنا عشریہ بھی سبائیہ کو کافر سمجھتے ہیں۔ ابنِ سبا بھی ایک موہومی شخصیت تھی۔ اس میں بھی شک نہیں کہ شیعہ جو کچھ کہتے ہیں وہ قرآنی نصوص اور احادیثِ نبوی کی رو سے کہتے ہیں۔

اِسی کتاب کے صفحہ ۲۱۴ میں مسئلہ امامت کے ضمن میں کہتے ہیں۔

"ہمارے شیعہ اثنا عشری بھائی امامت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اِسے تاریخی ترتیب کے ساتھ مرتب کرتے ہیں، باقی اصول یعنی توحید و رسالت میں ہمارے ساتھ ہیں۔ ہم اپنے شیعہ بھائیوں سے یہ امید رکھیں گے کہ امامت کا معتقد نہ ہونے کی وجہ سے وہ ہمارے ایمان میں کسی خلل کا عقیدہ نہ رکھیں اور نہ اِسے گناہ تصور کریں"

ڈاکٹر علی سامی اپنی کتاب "نشاۃ الفکر الفلسفی فی الاسلام" کی جلد دوم میں لکھتے ہیں:۔

"شیعہ اثنا عشریہ کے فلسفیانہ افکار مجموعی طور پر خالصتاً اسلامی ہیں لیکن اگر ہم اس فرقے سے آگے دوسرے فرقوں کی طرف جائیں تو مسلک میں متعدد مختلف

باتیں نظر آتی ہیں جو غالباً اجنبیوں کی جانب سے داخل کردہ غیر اسلامی افکار ہیں"۔

استاد عبد الوہاب خلاف اپنی کتاب "علم اصولِ فقہ" کے صفحہ ۴۶ میں لکھتے ہیں

"اجماع کے چار ارکان ہیں جن کے بغیر شرعاً اجماع متحقق نہیں ہوتا۔ ان میں سے دوسرا رکن یہ ہے کہ کسی واقعہ کے سلسلے میں اس واقعہ کے وقت تمام مجتہدین حکمِ شرعی پر اتفاق کریں، چاہے ان کا تعلق کسی بھی شہر جنس یا فرقے سے ہو، اگر کسی واقعہ سے متعلق حکمِ شرعی پر صرف حرمین یا عراق یا حجاز یا اہلِ بیتؑ یا صرف اہلسنت کے مجتہدین اتفاق کریں اور شیعہ مجتہدین اس میں شامل نہ ہوں تو اجماع شرعاً متحقق نہیں ہوتا، کیونکہ جب تک عالمِ اسلام کے تمام مجتہدین ایک واقعہ کے بارے میں اتفاق نہیں کرتے، اس وقت تک اجماع متحقق نہیں ہوتا، چند مجتہدین کے اتفاق کی کوئی وقعت نہیں ہے"۔

شیخ شلتوت ابو زہرہ اور خلاف کے استاد احمد ابراہیم بیگ اپنی کتاب اصولِ فقہ کے صفحہ ۲۲ پر لکھتے ہیں :۔

"قدیم اور جدید ہر زمانے میں شیعہ امامیہ کے عظیم فقہا ہوئے ہیں۔ ہر فن اور علم میں ان کے علماء ہیں۔ وہ عمیق الفکر اور وسیع معلومات کے مالک ہیں۔ ان کی تالیفات لاکھوں سے بھی تجاوز کر گئی ہیں۔ ان کی اکثر کتابیں میری نظر سے گزری ہیں

عربک کالج کراچی کے پرنسپل استاد محمد حسن اعظمی اپنی کتاب "الحقائق الخفیتہ عن الشیعۃ الفاطمیۃ والاثنیٰ عشریہ" صفحہ ۱۰۳ میں لکھتے ہیں :۔

"شیعہ امامیہ اثنا عشریہ توحید کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ ایک ہے، وہ صمد ہے، لم یلد ولم یولد ہے۔ اس جیسا کوئی نہیں ہے، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی طرف سے آئے ہیں اور تمام رسولوں نے سچ بولا ہے اور ان چیزوں کی معرفت کو دلیل و برہان سے واجب سمجھتے ہیں، ان میں تقلید جائز نہیں سمجھتے، اور تمام انبیاء و رسل پر بھی ایمان رکھتے ہیں، انبیاء جو کچھ اللہ کی طرف سے لائے

ہیں، اس کو حق جانتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ علیؑ اور ان کے گیارہ فرزند علیہم السلام خلافت کے لئے ہر ایک سے احق ہیں اور یہ رسولِ خدا (صلعم) کے بعد سب سے افضل ہیں اور فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) عالمین کی تمام عورتوں کی سردار ہیں، اگر یہ لوگ اپنے عقیدے میں صائب ہیں تو فبہا۔ ورنہ یہ نہ کفر کا موجب بن سکتا ہے نہ فسق کا۔"

آگے چل کر صفحہ ۲۰۴ میں لکھتے ہیں :۔

"شیعہ حضرات اگرچہ آئمہ اثنا عشریہ کی امامت واجب قرار دیتے ہیں لیکن اس کا انکار کرنے والوں کو خارج از اسلام بھی نہیں سمجھتے اور ان پر تمام اسلامی احکام جاری کرتے ہیں، وہ ان احکام دین کو حجت سمجھتے ہیں جو کتاب اللہ یا تواتر و ثقہ راوی یا بارہ آئمہ یا قابلِ اعتماد زندہ مجتہدین کے اقوال کے ذریعے ثابت شدہ سنتِ رسول (ص) سے حاصل ہوں، اس لئے اگر وہ اپنے نظریہ میں غلطی پر ہوں تو بھی کوئی ایسی چیز ان میں نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ خارج از اسلام ہو جائیں۔"

علی اکبر شاہ کی دیگر کتب

۱۔ سیاستِ راشدہ

۲۔ احتساب

۳۔ جلتی مسجدیں

۴۔ مقامِ عمرؓ

۵۔ سُرخ شیعت

۶۔ اسرارِ یزید

۷۔ خود ساختہ پاسبانِ حرم

۸۔ مسجدِ ضرار کراچی میں

۹۔ شیعہ کافر تو سب کافر

۱۰۔ شیخِ سقیفہ

۱۱۔ غیر شرعیت بل

۱۲۔ متعہ اور صلاح الدین عیبی

۱۳۔ اے ایس ایس

۱۴۔ العقل کو قتل کر دو

۱۵۔ طلیق ابن طلیق

التماس سورہ فاتحہ برائے تمام مرحومین

۱] شیخ صدوق
۲] علامہ مجلسی
۳] علامہ اظہر حسین
۴] علامہ سید علی نقی
۵] بیگم و سید عابد علی رضوی
۶) بیگم و سید احمد علی رضوی
۷) بیگم و سید رضا امجد
۸) بیگم و سید علی حیدر رضوی
۹) بیگم و سید سبط حسن
۱۰) بیگم و سید مردان حسین جعفری
۱۱) بیگم و سید سجاد حسین
۱۲) بیگم و مرزا توحید علی
۱۳) سید حسین عباس فرحت
۱۴) بیگم و سید جعفر علی رضوی
۱۵) سید انعام حسین زیدی
۱۶) سیدہ وفا زہرہ
۱۷) سیدہ رضویہ خاتون
۱۸) سید نجم الحسن
۱۹) سید مبارک رضا
۲۰) سید تہنیت حیدر نقوی
۲۱) بیگم و مرزا احمد ہاشم
۲۲) سید باقر علی رضوی
۲۳) بیگم و سید باسط حسین
۲۴) سید عرفان حیدر رضوی
۲۵) بیگم و اخلاق حسین
۲۶) سید ممتاز حسین
۲۷) بیگم و سید اختر عباس
۲۸) سید محمد علی
۲۹) سیدہ رضیہ سلطان
۳۰) سید مظفر حسنین
۳۱) سید باسط حسین نقوی
۳۲) انعام محی الدین
۳۳) سید ناصر علی زیدی
۳۴) سید وزیر حیدر زیدی
۳۵) ریاض الحق
۳۶) خورشید بیگم